



جامعہ دارالتقویٰ  
لاہور کا ترجمان

# دارالتقویٰ

۱۴۴۱ھ

ذوالقعدہ

2020ء

جولائی

☆ ایس او پیز کے تحت تعلیم گاہیں بھی کھولی جائیں

☆ فلسفہ قربانی اور طہرین کے شکوک و شبہات

☆ آن لائن تدریس

☆ معاملات سے ابہام دور کیجئے

1

2

3

4

فلسفہ

شیخ الحداد

1



دینی مسائل کے حل اور سوالات کے جوابات کے لیے  
دارالافتاء جامعہ دارالتقویٰ کی طرف سے واٹس ایپ پر

مستند مفتی حضرات کا ایک پینل

آن لائن

03004113082

اوقات کار: صبح 8 تا نماز عشاء



جامعہ دارالتقویٰ کی جانب سے

واٹس ایپ (whatsapp) پر

دینی معلومات کا سلسلہ

جاری ہے۔

آپ بھی اپنے واٹس ایپ پر دینی معلومات حاصل کر سکتے ہیں۔

دینی معلومات حاصل کرنے کے لیے

اپنے واٹس ایپ سے RINFO لکھ کر 03222333224 پر بھیجیں۔

ماہنامہ  
دارالتقویٰ  
لاہور

حضرت اقدس ڈاکٹر مفتی عبدالواحد صاحب رحمۃ اللہ علیہ

بدعا

شمارہ 11

ذوالقعدہ ۱۴۴۱ھ -- جولائی 2020ء

جلد 9

زیر نگرانی

حضرت مولانا عثمان صاحب

حضرت مولانا عامر رشید صاحب

حضرت مولانا یوسف خان صاحب مدظلہ

حضرت مولانا جمیل الرحمن صاحب

مجلس مشاورت

حضرت مولانا اویس احمد صاحب

مدیر

مولانا عبدالودود ربانی

مدیر مسئول

مفتی محمد سامہ مولانا ذوالکفل

مجلس ادارت

# فہرست

اداریہ

فی شمارہ : ۳۰ روپے  
سالانہ بدل خرچ : ۳۵۰ روپے

۵ ایس اوپیز کے تحت تعلیم گاہیں بھی کھولی جائیں مدیر مسؤل  
درس قرآن

## خط و کتابت کا پتہ

۹ مفتی عاشق الہی بلند شہریؒ اللہ کا ذکر کثرت سے کرنے کا حکم

دفتر ماہنامہ دارالتقویٰ  
متصل جامع مسجد الہلال

چو برجی پارک لاہور

مقالات و مضامین

۱۳ مولانا شیخ ولی خان مظفر آن لائن تدریس

سالانہ رسالے کے اجراء کے لیے  
مذکورہ پتہ پر ہمنی آرڈر کریں

۱۹ مفتی محمد اویس ارشاد معاملات سے ابہام دور کیجئے

فون نمبر:

۲۵ مفتی محمد راشد ڈسکوی فلسفہ قربانی اور طہرین کے شکوک و شبہات

04235967905  
03005553616

۳۲ مفتی محمد فیصل حمید مایوس نہ ہوں

اس دائرے میں سرخ نشان  
مدت خریداری کے ختم ہونے کی علامت ہے

۳۶ ڈاکٹر سعید احمد صدیقی شیخ الحدیث مفتی سعید احمد پالن پورئی

Email Address  
monthlydarultaqwa  
@gmail.com

۴۳ مولانا زاہد الراشدی علامہ ڈاکٹر خالد محمود۔۔ ایک علمی عمیقی شخصیت

## مقام اشاعت:

۴۶ مفتی خالد محمود کراچی مفتی محمد نعیم صاحب کی خدمات

متصل جامع مسجد الہلال  
چو برجی پارک لاہور

۵۲ مفتی محمد تقی عثمانی ”جہان دیدہ“

بینک اکاؤنٹ نمبر

۵۸ مولانا محمد ذوالکفل سوان حضرت حاجی صاحب نور اللہ مرقدہ

1001820660001

۶۳ دارالافتاء والتحقق آپ کے مسائل کا حل

نائل اکاؤنٹ دارالتقویٰ ٹرسٹ  
ایم آئی بی برانچ کوڈ 159 (مسلم کرشل بینک)

مطبوع: شرکت پرنٹنگ پریس

## حرفِ اولیں

### ایس اوپیز کے تحت تعلیم گاہیں بھی کھولی جائیں

بین الاقوامی ادارہ صحت نے کورونا وائرس کے متعلق اپنے حالیہ بیان میں کہا ہے کہ ”یہ وائرس جانے والا نہیں اور ہمیں لمبے عرصے تک اس کے ساتھ رہنا ہے۔“ بین الاقوامی ادارہ صحت کے اس بیان نے مستقبل کا خاکہ کھینچ دیا ہے اور بحث اس نقطے کی طرف مرکوز ہو گئی ہے کہ اب اس وائرس کے ساتھ ہی زندہ رہنا ہے یہی وجہ ہے کہ دنیا اب حفاظتی تدابیر کے ساتھ تمام شعبہ جات کو بحال کرتی نظر آرہی ہے۔ دنیا اس بات کو تسلیم کر چکی ہے کہ اب اسی وائری ماحول میں ہی جینا ہے اور مزید زندگی کو مفلوج نہیں کیا جاسکتا۔ سال رواں کے اختتام سے پہلے کوئی ویکسین مارکیٹ میں آتی نظر نہیں آرہی۔ جب یہ حقیقت ہے اور ہماری حکومت بھی اس حقیقت کو تسلیم کرتے ہوئے تمام شعبہ ہائے زندگی کو چند ایک پابندیوں کے ساتھ کھول چکی ہے تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ مدارس پر تاحال پابندیاں کیوں؟

یہ بھی حقیقت ہے کہ کورونا کی آڑ میں جس قسم کی پابندیاں مساجد و مدارس اور اجتماعی عبادات کی ادائیگی پر عائد کی گئیں ایسی پابندیاں معاشرے کے کسی اور شعبے پر دکھائی نہیں دیں۔ جس دن مساجد و مدارس کو بند کرنے کی باتیں شروع ہوئیں ہم اسی دن سے کہہ رہے تھے کہ دال میں کچھ کالا ہے۔ اگر یہ خدشات غلط تھے تو پھر کیا وجہ ہے کہ ہر شعبہ لاک ڈاون ایسی پابندیوں سے آزاد ہو چکا ہے لیکن مساجد و مدارس ابھی تک پابندیوں کی ضد میں ہیں۔ ان پابندیوں نے رمضان المبارک جیسے نیکیوں کے موسم بہار کی بہاروں سے مسلمانوں کو محروم رکھا۔ اس بابرکت مہینے میں مساجد میں باجماعت نمازوں، جمعہ کے اجتماعات،

اعتکاف، لیلیۃ القدر و ختم قرآن کے روح پرور اجتماعات تک کو محدود کر دیا گیا اور یہ بھی حقیقت ہے کہ ان پابندیوں اور احتیاطی تدابیر پر سب سے زیادہ عمل مساجد و مدارس میں ہی کیا گیا جس کا اعتراف خود وزیر اعظم نے قومی میڈیا پر قوم سے خطاب میں کیا۔

وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے صدر اور عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان کے سربراہ ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر، وفاق المدارس العربیہ کے نائب صدر اور دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کے مہتمم شیخ الحدیث مولانا انوار الحق، وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے نائب صدر اور دارالعلوم کراچی کے صدر مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی، شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی، وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے ناظم اعلیٰ اور جامعہ خیر المدارس ملتان کے مہتمم شیخ الحدیث مولانا قاری محمد حنیف جالندھری، جامعہ اشرفیہ لاہور کے مہتمم شیخ الحدیث مولانا فضل الرحیم، پاکستان شریعت کونسل کے جنرل سیکریٹری مولانا زاہد الراشدی نے متفقہ طور پر کہا ہے کہ جب سے دنیا کے مختلف علاقوں میں کورونا وائرس کا پھیلاؤ شروع ہوا ہے ایک بات مسلسل دیکھنے میں آرہی ہے کہ بعض حلقوں کی طرف سے اسے مذہب اور مذہبی اقدار و روایات کا دائرہ محدود کرنے کے لیے بطور ہتھیار استعمال کرنے کی کوشش کی جارہی ہے بالخصوص پاکستان میں مسجد و مدرسہ، عبادات و مذہبی تعلیم اس کا ہدف ہے۔ مسجد کو بند کر دینے اور عبادات کا سلسلہ گھروں تک محدود کرنے کی پالیسی کو روکنے کے لیے اہل دین کے تمام طبقوں کو مشترکہ محنت اور اعلیٰ سطح مذاکرات کے ذریعے دنیا کو یہ موقف تسلیم کرانا پڑا کہ کورونا وائرس کے پھیلاؤ کو روکنے کے لیے ہر قسم کی احتیاطی تدابیر اور پابندیوں کو قبول کرتے ہوئے مسجد کو کھولا اور عبادات کو بہر صورت جاری رکھا جائے۔ انہوں نے مزید کہا کہ علماء و مشائخ، آئمہ و خطباء نے کورونا کے پھیلاؤ کو روکنے اور انسانیت کو اس مہلک وباء سے بچانے کے لیے حکومت کے ساتھ ہر ممکن تعاون کیا، لیکن ایسا لگتا ہے جیسے حکومت میں شامل بعض مذہب بیزار عناصر ایسا ماحول پیدا کرنے کی پوری کوشش کر رہے ہیں جس میں حکومت اور مذہبی قوتیں آمنے سامنے کھڑی نظر آئیں۔ یہ وہی طبقہ ہے جو اس ملک کے اسلامی تشخص کے درپے ہے، جو مذہب اور اہل مذہب کو بدنام کرنے کے لیے موقعوں کی تلاش میں رہتا ہے، انہوں نے مزید کہا کہ ہم جہاں کورونا وائرس کی روک تھام کے لیے احتیاطی تدابیر و اقدامات کی مکمل پابندی کے عزم پر قائم ہیں وہاں یہ واضح کر دینا بھی ضروری سمجھتے ہیں کہ کورونا بحران کے حوالے سے کسی پالیسی کو مذہب کے معاشرتی کردار کو محدود کرنے اور فرقہ واریت کو ابھارنے کے لیے بھی قبول نہیں کیا جائے گا اور دینی قیادتیں حسب سابق باہمی مشاورت و معاونت کے ساتھ ایسی ہر کوشش کو ان شاء اللہ ناکام

بنادیں گی۔

اتحاد تنظیمات مدارس دینیہ کے وفد نے شیخ الحدیث قاری محمد حنیف جالندھری کی قیادت میں وفاقی وزیر تعلیم شفقت محمود سے لاہور میں ملاقات کی۔ خبروں کے مطابق مدارس کی تنظیمات کے وفد کی جانب سے مدارس کھولنے پر اصرار کیا گیا۔ تاہم وفاقی وزیر تعلیم نے مدارس کھولنے کی اجازت دینے سے انکار کر دیا۔ مولانا محمد حنیف جالندھری نے وفاقی وزیر تعلیم سے سوال کیا کہ اگر باقی سرگرمیاں شروع کی جاسکتی ہیں تو دینی مدارس کیوں نہیں کھولے جاسکتے؟ مدارس کو طے شدہ ایس او پیز کے مطابق کھولنے کی اجازت دی جائے وفاقی وزیر تعلیم نے موقف اختیار کیا کہ مدارس کھولنے کی اجازت دی تو سکولز اور پرائیویٹ تعلیمی ادارے بھی کھولنا پڑیں گے۔ اس وقت کورونا کی صورتحال بگڑ رہی ہے، مدارس کھولنے کی اجازت نہیں دی جاسکتی۔ یہاں یہ بات قوم کے لئے اطمینان کا باعث ہے کہ دینی مدارس کے اکابرین قوم کے 30 لاکھ دینی طلباء و طالبات کی تعلیم کے معاملے پر نہ صرف یہ کہ متفکر ہیں بلکہ دینی مدارس کو کھلوانے کی بھرپور کوشش کر رہے ہیں اور ہمیں امید ہے کہ یہ سلسلہ اس وقت تک جاری رہے گا جب تک اکابرین اس تگ و دو میں کامیاب نہیں ہو جاتے۔ ان شاء اللہ

ہم یہاں مختصر طور پر ارباب اقتدار سے عرض کریں گے کہ مدارس کو اسکول کالج کے نظام سے جوڑنا مناسب نہیں ہے، وفاقی وزیر تعلیم کا یہ کہنا کہ اگر مدارس کھولے گئے تو سکول و کالج بھی کھولنے پڑیں گے لغو بات ہے۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ سرکاری عصری تعلیمی ادارے براہ راست حکومت کے ماتحت ہیں اور حکومتی پالیسیوں پر عمل پیرا ہونے کے پابند ہیں اور جہاں تک پرائیویٹ تعلیمی اداروں کا تعلق ہے وہ بھی محکمہ تعلیم کے ماتحت اور سرکاری پالیسیوں کے مطابق ہی اپنے اداروں کو چلاتے ہیں کبھی ایسا نہیں ہوا کہ حکومت نے تعطیلات کا اعلان کیا ہو اور پرائیویٹ تعلیمی اداروں نے اس کی پابندی نہ کی ہو لیکن جہاں تک دینی تعلیمی اداروں کا تعلق ہے وہ ہمیشہ حکومتی دست برد سے آزاد رہے ہیں، ان کی تعطیلات، امتحانات اور داخلوں کا اپنا شیڈول ہے جو عصری تعلیمی اداروں سے قطعاً مطابقت نہیں رکھتا، سکولوں اور دینی مدارس کا نصاب تعلیم یکسر مختلف ہے، حکومت نے زندگی میں کبھی یہ بات سکولوں، کالجوں اور یونیورسٹی والوں کو تو نہیں کہی کہ اگر تمہارا یہ مطالبہ مانا گیا تو دینی مدارس کا بھی مطالبہ ماننا پڑے گا، دینی مدارس معاشرے کے لئے روحانی آکسیجن مہیا کرتے ہیں۔ یہ محض تعلیمی ادارے نہیں بلکہ مثالی تربیت کا ہیں بھی دینی مدارس میں انسان کو انسانیت سکھائی جاتی ہے، قوم کے بچوں کو قرآن کا حافظ، قاری، عالم اور مفتی بنا کر ملک کا شریف شہری بنایا جاتا ہے تم

سکولوں کو دینی مدارس کے ساتھ نتھی کر کے دینی تعلیم کا گلا نہیں گھونٹ سکتے، کورونا وائرس حقیقت ہے، مگر دینی مدارس میں قال اللہ و قال الرسول کی گونجے والی صدائیں اس سے بڑی حقیقت ہیں۔

دوسری بات یہ ہے کہ عصری تعلیمی اداروں میں جون تا اگست موسم گرما کی تعطیلات ہوتی ہیں جب کہ مدارس میں جون اور شوال نئے داخلوں اور نئے تعلیمی سال کے آغاز کا مہینہ ہوتا ہے، کورونا لاک ڈاؤن کے باعث تعطل سے دینی مدارس کے طلبا کا تعلیمی نظام خطرے میں ہے جس کی وجہ سے ملک بھر کے طلبا و طالبات اور دینی تعلیم کا شوق رکھنے والے والدین میں سخت تشویش پائی جاتی ہے، اگر تجارتی مراکز کھولنا ہماری معاشی ضرورت ہے تو مدارس کو کھولنا ہماری دینی اور اخلاقی ضرورت ہے۔ اس لئے عصری تعلیمی اداروں کے ساتھ نتھی کر کے مدارس کو بھی بند رکھنا قرین انصاف نہیں ہے، اگر ایس او پیز کے تحت ٹرین سروس کھل سکتی ہے، ٹرانسپورٹ کو اجازت مل سکتی ہے، سرکاری دفاتر کی رونقیں بحال ہو سکتی ہیں، بازار اور مارکیٹیں کھولی جاسکتی ہیں، اندرون و بیرون ملک پروازیں شروع ہو سکتی ہیں تو پھر انہی ایس او پیز کے تحت مدارس اور تعلیمی ادارے کھولنے میں کیا قیاحت ہے؟

ہم ان سطور میں قوم کے جذبات کی ترجمانی کرتے ہوئے حکومت وقت سے بھرپور مطالبہ کرتے ہیں کہ احتیاطی تدابیر کے ساتھ مدارس کھولنے کی اجازت دی جائے، علمائے پہلے بھی کورونا وائرس سے بچاؤ کے لئے حکومتی ایس او پیز پر عمل کیا ہے اور ہر سطح پر حکومت کے ساتھ بھرپور تعاون کیا ہے اور تعاون کا یہ سلسلہ ہنوز جاری بھی ہے اگر حکومت اتحاد تنظیمات المدارس کی قیادت کے ساتھ مشاورت سے ایس او پیز (Standard Operating Procedure) تیار کرے جیسے دیگر شعبہ ہائے زندگی کے لئے تیار کر کے انہیں کھولا گیا ہے (اور ان شعبہ جات میں ان پر کس قدر عمل ہو رہا ہے وہ بھی کسی سے ڈھکا چھپا نہیں ہے) ہم سرکار کو یہ یقین دلاتے ہیں کہ وہ مدارس کھولنے کا اعلان کرے اہل مدارس دیگر تمام اداروں سے بڑھ کر احتیاطی تدابیر پر عمل پیرا ہوں گے۔ ان شاء اللہ

والسلام

عبدالودود ربانی

مدیر مسؤل

## اللہ کا ذکر کثرت سے کرنے کا حکم

﴿... سورة الاحزاب...﴾ آیت نمبر 41,42 ﴿...﴾

أَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ ﴿بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ﴾  
يَا أَيُّهَا الَّذِينَ ءَامَنُوا أَذْكُرُوا اللَّهَ ذِكْرًا كَثِيرًا ﴿وَسَبِّحُوهُ بُكْرَةً وَأَصِيلًا﴾

ترجمہ:

اے ایمان والو! اللہ کا ذکر کرو خوب کثرت کے ساتھ۔ اور صبح و شام اس کی تسبیح بیان کرو۔

تفسیر:

ان آیات میں اہل ایمان کو حکم دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا خوب ذکر کریں اور صبح و شام اس کی تسبیح بیان کریں۔ مفسرین نے فرمایا کہ صبح و شام تسبیح بیان کرنے کا مطلب یہ ہے کہ تمام اوقات میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کریں، اور بعض حضرات نے فرمایا کہ صبح سے دن کی اور شام سے رات کی ابتداء ہوتی ہے اس لیے خصوصیت کے لیے لیل و نہار کے ابتدائی اوقات میں ذکر کرنے کا خصوصی حکم دیا تاکہ لیل و نہار کے باقی اوقات میں بھی ذکر کے لیے ذہن حاضر رہے اور قلب و لسان ذکر اللہ میں مشغول رہیں۔  
ذکر اللہ کے فضائل:

درحقیقت ذکر اللہ بہت بڑی عبادت ہے اور ہر وقت اس میں مشغول رہنے کی ضرورت ہے سورۃ نساء میں فرمایا: (فَإِذَا قُضِيَتْ الصَّلَاةُ فَادْكُرُوا اللَّهَ فِيمَا وَفَعُودًا) سوجب تم نماز ادا کر چکو تو اللہ کو یاد کرو کھڑے

اور بیٹھے اور اپنے پہلوؤں پر یعنی لیٹے ہوئے، انسان کی یہی تین حالتیں ہیں اور ان تینوں حالتوں میں اللہ کا ذکر کرنے کا حکم دیا ہے۔ درحقیقت ذکر ہی اس عالم کی جان ہے اور اس کے بقاء کا ذریعہ ہے۔ صحیح مسلم جلد نمبر ۱: ص ۲۴ میں ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ارشاد فرمایا کہ قیامت قائم نہ ہوگی جب تک زمین میں اللہ اللہ کیا جاتا رہے گا۔ دوسری عبادتوں کی روح بھی اللہ کا ذکر ہی ہے، سورۃ طہ میں فرمایا ہے: (وَأَقِمِ الصَّلَاةَ لِذِكْرِي) نماز کو میری یاد کے لیے قائم کرو۔ ذکر زبان سے بھی ہوتا ہے اور قلب سے بھی اور اللہ تعالیٰ کے ذکر سے دلوں کو اطمینان اور چین و سکون ملتا ہے جیسا کہ سورۃ رعد میں فرمایا (إِلَّا بِذِكْرِ اللَّهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوبُ) خبردار اللہ کے ذکر سے دلوں کو اطمینان نصیب ہوتا ہے۔

حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا (مَثَلُ الَّذِي يَذْكُرُ رَبَّهُ وَالَّذِي لَا يَذْكُرُ كَمَثَلِ الْحَيِّ وَالْمَيِّتِ) مثال اس شخص کی جو اپنے رب کو یاد کرتا ہے اور جو یاد نہیں کرتا زندہ اور مردہ کی سی مثال ہے۔ (رواہ البخاری) معلوم ہوا کہ کھاتے پیتے رہنا اور دنیاوی مشاغل میں زندگی گزار لینا یہ کوئی زندگی نہیں ہے، زندہ وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کی یاد میں لگے رہتے ہیں جہاں تک ممکن ہو لیٹے بیٹھے اور کھڑے ہوئے اللہ کو یاد کرتے رہیں اور زبان کو ذکر اللہ میں لگائے رہیں۔ ایک حدیث میں فرمایا ہے کہ جنت والوں کو کسی بھی چیز کی حسرت نہ ہوگی سوائے اس ایک گھڑی کے جو دنیا میں اللہ کی یاد کے بغیر گزر گئی تھی۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ فرمایا نبی اکرم ﷺ نے کہ چند لوگ کسی جگہ بیٹھے انہوں نے اپنی مجلس میں اللہ کا ذکر نہ کیا اور اپنے نبی پر درود نہ بھیجا تو یہ مجلس ان کے لیے نقصان کا سبب ہوگی، پھر اگر اللہ چاہے تو ان کو عذاب دے اور اگر چاہے تو ان کی مغفرت فرمادے، اور اگر کوئی شخص کسی جگہ لیٹا اور اس نے لیٹنے میں اللہ کو یاد نہ کیا تو یہ لیٹنا اس کے لیے نقصان کا سبب ہوگا اور جو شخص کسی جگہ چلا اور اس چلنے میں اس نے اللہ کو یاد نہ کیا تو اللہ کی طرف سے اس کا یہ چلنا نقصان کا باعث ہوگا۔ آنحضرت ﷺ نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ جو لوگ کسی جگہ بیٹھے جس میں انہوں نے اللہ کو یاد نہ کیا اور اپنے نبی پر درود نہ بھیجا تو قیامت کے دن ان کا یہ بیٹھنا حسرت اور افسوس کا باعث ہوگا اگرچہ ثواب کے لیے جنت میں داخل ہو جائیں۔ (الترغیب والترہیب جلد ۲)

ہوشیار بندے وہی ہیں جو اپنی عمر کی ایک گھڑی بھی ضائع نہیں جانے دیتے، دنیا میں جینے کے لیے جو تھوڑے بہت شغل کی ضرورت ہے، اس میں تھوڑا بہت وقت لگایا اور اس میں بھی اللہ کا ذکر کرتے رہے اس کے بعد سارے وقت کو اللہ ہی کی یاد میں تلاوت میں تسبیح میں تہلیل میں، تحمید میں، تکبیر میں، درود شریف میں

لگاتے رہتے ہیں لایعنی باتوں میں مشغول ہو کر اپنا وقت ضائع نہیں کرتے۔

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ کے ذکر کے علاوہ زیادہ نہ بولا کرو کیونکہ اللہ کے ذکر کے علاوہ زیادہ بولنا قساوت قلب یعنی دل کی سختی کا سبب ہے اور بلاشبہ لوگوں میں اللہ سے سب سے زیادہ دور وہی شخص ہے جس کا دل سخت ہو۔ (رواہ الترمذی)

ام المؤمنین حضرت ام حبیبہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ آدمی کا ہر بول اس کے لیے وبال ہے سوائے اس بات کے کہ بھلائی کا حکم دے یا کسی برائی سے روکے یا اللہ کا ذکر کرے۔ (الترمذی)

حضرت عبد اللہ بن بسرؓ سے روایت ہے کہ ایک اعرابی یعنی دیہات کا رہنے والا رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے سوال کیا کہ لوگوں میں سب سے بہتر کون ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا جس کی عمر لمبی ہو اور اعمال اچھے ہوں، اس نے عرض کیا کہ کون سا عمل افضل ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا یہ کہ تو دنیا سے اس حال میں رخصت ہو کہ تیری زبان اللہ کی یاد میں تر ہو۔ (رواہ الترمذی)

سورہ طہ میں فرمایا (اقم الصلوٰۃ لذكركم) (نماز قائم کر میرے ذکر کے لیے) نماز سے پہلے اذان بھی ذکر ہے اور اقامت بھی، اذان کا جواب بھی، وضو کی دعا بھی، فرضوں سے پہلے سنتیں بھی، پھر تکبیر تحریمہ سے لے کر سلام پھیرنے تک نمازی برابر ذکر میں مشغول رہتا ہے، کبھی اللہ کی حمد و ثناء میں مشغول رہتا ہے، کبھی تکبیر کہتا ہے کبھی قرآن مجید کی تلاوت کرتا ہے، کبھی اللہ کی حمد بیان کرتا ہے، کبھی تنزیہی کلمات ادا کرتا ہے اور اپنے رب کو ہر طرح کے عیب و نقص سے پاک بتاتا ہے اور اس کے بارے میں اپنا عقیدہ ظاہر کرتا ہے اور کبھی دعا مانگتا ہے نمازی کی زبان بھی اللہ کی یاد میں لگی ہوئی ہے اور اس کے ساتھ ساتھ دل بھی اللہ کے ذکر میں مشغول ہے، قلب حاضر ہے، اعضاء متواضع ہیں۔ کبھی قیام میں قرأت پڑھ رہا ہے، کبھی رکوع میں تسبیح ہے، کبھی قومہ میں تمہید ہے، کبھی سجدہ میں گیا، جبین نیاز زمین پر رکھ دی اور رب تعالیٰ شانہ کی تسبیح میں مشغول ہو گیا، بندہ کے پاس اپنا عجز و نیاز اور تذلل اور عبودیت کا عملی اقرار ظاہر کرنے کے لیے اس سے زیادہ کچھ نہیں ہے کہ اشرف الاعضاء یعنی اپنے سر کو اذل العناصر یعنی مٹی پر رکھ دیا اور اپنے رب کریم کے حضور اپنی ذات کو بالکل ذلیل کر کے پیش کر دیا۔ پھر نماز کے بعد سنن و نوافل بھی ذکر ہیں اور نماز کے بعد تسبیحات بھی، درحقیقت پانچوں نمازیں اللہ تعالیٰ کی یاد کی طرف کھینچتی ہیں، مومن کی زندگی سراپا ذکر ہے۔

نماز جمعہ سے فارغ ہو کر بازار میں جانے کی اجازت دی اور کثرت سے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے کا حکم

فرمایا، سورۃ جمعہ میں ارشاد فرمایا: (فَإِذَا قُضِيَتِ الصَّلَاةُ فَانْتَشِرُوا فِي الْأَرْضِ وَابْتَغُوا مِنْ فَضْلِ اللَّهِ وَاذْكُرُوا اللَّهَ كَثِيرًا لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ) (پھر جب نماز پوری کر چکے تو زمین پر چلو پھرو، اور اللہ کے فضل سے تلاش کرو اور اللہ کو بکثرت یاد کرتے رہو تاکہ تم فلاح پاؤ۔) اللہ تعالیٰ ذاکرین کو یاد فرماتا ہے:

سورۃ بقرہ میں فرمایا (فَاذْكُرُونِي أَذْكُرْكُمْ) (سو تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کروں گا) دیکھو کتنی بڑی سعادت ہے کہ فرش خاکی کا رہنے والا جس کے اندر خون وغیرہ بھرا ہوا ہے اسے صاحب عرش اپنے دربار میں یاد فرمائیں۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ میں اپنے بندہ کے ساتھ ہوتا ہوں جب تک وہ مجھے یاد کرتا ہے اور میری یاد میں اس کے ہونٹ ہلتے ہیں۔ (بخاری)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ میں اپنے بندہ کے گمان کے ساتھ ہوں کہ وہ جب چاہے مجھے یاد کرے سو اگر وہ مجھے تنہائی میں یاد کرتا ہے تو میں اسے تنہا یاد کرتا ہوں اور اگر وہ مجھے کسی جماعت میں یاد کرتا ہے تو میں اسے اس جماعت میں یاد کرتا ہوں جو اس جماعت سے بہتر ہوتی ہے۔ ۱۔ جس میں اس نے مجھے یاد کیا۔ (رواہ البخاری)

حافظ ابن کثیرؒ نے حضرت ابن عباس سے کیسی عمدہ بات نقل فرمائی ہے، انہوں نے فرمایا:

”اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر جو عبادات فرض فرمائی ہیں ان کی حد مقرر ہے اور اصحابِ عذر کو (معافی یا تخفیف کی صورت میں) معذور قرار دیا ہے مگر ذکر اللہ ایسی عبادت ہے کہ اس کی نہ کوئی حد اور تعداد متعین ہے اور نہ کوئی خاص وقت اور زمانہ مقرر ہے، نہ اس کے لیے کوئی خاص ہیئت قیام یا نشست کی مقرر فرمائی ہے نہ اس کے لیے ظاہر اور با وضو ہونا شرط ہے، ہر وقت اور ہر حال میں بکثرت اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے کا حکم ہے، سفر ہو یا حضر، تندرستی ہو یا بیماری، خشکی میں ہو یا دریا میں، رات ہو یا دن ہر حال میں ذکر اللہ کرتے رہیں، اسی لیے اس کے ترک میں انسان کا کوئی عذر مسموع نہیں بجز اس کے کہ عقل و حواس ہی نہ رہیں اور بے ہوش ہو جائے۔“



اشیخ مولانا ولی خان مظفر

سابق استاد جامعہ فاروقیہ کراچی

## آن لائن تدریس

دنیا تیزی سے ارتقائی مراحل میں ہے۔ 80 کی دہائی سے لیکر 2005 تک اور بالخصوص 2005 سے آج تک جو ایجادات ہوئیں اور دنیا نے ترقی کی جو معراج حاصل کی وہ انسانی تاریخ میں سب سے بڑا ارتقاء ہے۔ بہت سی ایسی ٹیکنالوجیز معرض وجود میں آئیں جن کا تصور بھی کبھی محال تھا۔ ان 40 سالوں کے دوران انسانیت نے چیزوں کو ایجاد ہوتے اور مٹتے دیکھا، یعنی یہ واحد دور تھا جس میں ایک چیز ایجاد بھی ہوئی ہو اور پھر اس کا نام و نشان بھی دنیا سے مٹ گیا ہو، ترقی کی اس معراج میں تعلیم نے بھی بہت جدت حاصل کی، دور دراز علاقوں میں حصول علم کے لئے سفر کرنے والوں کو علم ایک ہی چوکھٹ پر بیٹھے ملنا شروع ہوا، کتابوں کی شروحات اور کمپیوٹرائز لکھائی نے تعلیم کے بہت سے مسائل حل کر دیئے، کمپیوٹر کی ایجاد نے دنیا کو ایک نیا ہی رُخ دیا، اس نے دنیا کے ارضی فاصلوں کو سمیٹ کر ایک گلوبل ویج بنا دیا، انسان موصلاقی نظام کے تحت ایک دوسرے سے جڑے تو ان کے افکار و نظریات سے لیکر علوم و فنون تک ہر ایک کی رسائی ہو گئی۔ بہر حال کتابوں کی ٹائپنگ اور پرنٹ کے سلسلے میں یورپ پہلے ہی ہم سے بازی لے گیا تھا، ہمیں کم و بیش دو سو سال تو پرنٹنگ پریس کے مسئلے کو حل کرنے میں لگے، جیسے تیسے اس ڈگر پر گامزن ہونے کے بعد ہم اس جدید کتابت پر تو رضامند ہوئے لیکن تعلیم کا نظام ایک خاص پالیسی کے تحت صرف چار دیواری میں ہی محسوس فرما رہا، جبکہ یورپی دنیا نے کسی ایک خاص نیچ کو متعین کئے بنا ہر سسٹم کو عارضی گردانتے ہوئے اس میں مزید جدت اور بہتری کی کوششیں جاری رکھیں۔

آن لائن طریقہ تدریس کا آغاز 1800 سے ہوا جب طلباء کو متعلقہ علوم کے اسائنمنٹ پوسٹ کر دیئے جاتے تھے، بعد ازاں 1919 میں آن لائن تدریس کو مزید بہتر بناتے ہوئے ریڈیو ٹرانسمیشن شروع کی گئی، 1930 تا 1950 اس طریقہ کار کو ٹی وی کے ذریعے مزید بہتر کرنے کی کوشش کی گئی جو کہ خاطر خواہ اثرات مرتب نہ کر سکی، اس کا ایک بڑا سبب ہر خاص و عام کا ٹی وی تک رسائی نہ ہونا تھا، 1967، 1982، 1988 میں بالترتیب بتدریج اس عمل کو دوبارہ شروع کیا گیا اور عوام الناس کے مسائل کو مد نظر رکھتے ہوئے آن لائن تعلیم کی صورتیں مرتب کی گئیں، سن 1998 میں باقاعدہ آن لائن طریقہ تدریس مرتب ہوا جس نے طلباء کو علم کا سمندر گھر بیٹھے کوزے میں فراہم کر دیا اور تب سے اب تک یورپی دنیا میں تیزی سے اس عمل میں ارتقاء جاری ہے۔ انٹرنیٹ کے ساتھ پہلے پہل کمپیوٹر اور بعد ازاں اسمارٹ فون نے دنیا کو تیزی سے سمیٹ کر رکھ دیا۔ اب اداروں کی تمام سرگرمیاں ایک کلک پر موجود ہونے لگیں، اداروں کا تمام نظم و نسق ادارے کی ویب سائٹ اور سوشل میڈیا کے ذریعے عوام کے سامنے آنے لگا۔ پاکستان میں اگرچہ یہ امر بھی تاخیر کا شکار ہوا لیکن عصری ادارے پھر بھی وقت کی اس اہم ضرورت کا ادراک کر گئے۔

حالیہ صورتحال ہم سب کے سامنے واضح ہے۔ کورونا وائرس نے دنیا کے جدید سسٹم تک کو ہلا کر رکھ دیا، مارکیٹیں، دفاتر، کاروبار سب ٹھپ ہو کر رہ گیا، بے روزگاری کا معاملہ اور بھوک کی شکایت تو سامنے آئی ہی لیکن جو سب سے بڑا نقصان ہوا وہ طلباء کی تعلیم کا ہوا۔ فردری کے آخر تک سو کے قریب ممالک کے تعلیمی ادارے بند ہو چکے تھے اور اب تقریباً پوری دنیا کا ہی تعلیمی نظام بند پڑا ہے۔ مہذب قومیں بھوک برداشت کر لیں گی لیکن تعلیمی نقصان کبھی برداشت نہیں کریں گی، لہذا تمام بڑی قوموں نے ایسے کڑے وقت میں فی الفور آن لائن طریقہ تدریس میں مزید تبدیلیاں کیں اور طلباء کو گھر بیٹھے تعلیم کی فراہمی شروع کر دی، دیکھتے دیکھتے تمام ممالک نے اس نقصان کے ازالے کا حل سامنے پاتے ہوئے اس روش پر قدم رکھ دیئے اور الحمد للہ پاکستان بھی ان ممالک میں سر فہرست رہا جس نے بہت کم وقت میں آن لائن تدریس کا نظام اپنایا اور طلباء کا سال ضائع ہونے سے بچا لیا۔

وفاق المدارس کو بھی چاہئے کہ اب مزید تاخیر کئے بنا تدریس کا جدید نظام کم از کم عارضی بنیادوں پر اپنالے، یہ صرف تعلیم کا معاملہ ہی نہیں یہ میڈیا وار کا معاملہ بھی ہے، باطل قوتیں اپنے علوم و فنون سے لیکر افکار و نظریات تک ہماری نسلوں میں منتقل کر رہی ہیں، آپ کیا سمجھتے ہیں گھر بیٹھے طلباء کیا کرتے ہوں گے؟ سنیو! وہ موبائل چلاتے ہیں، فیس بک اسکرو ل کرتے ہیں اور دل بھالینے والی ہر چیز کی گہرائی میں اترتے ہیں، کیا اس سب سے بہتر نہیں کہ آپ ان کو وقت کا پابند بنا کر قال اللہ اور قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا درس دیں؟ کیا یہ قدرے بہتر نہیں کہ اے اطغرل دیکھئے اور

پب جی کھیلنے کے بجائے وہ اپنے اساتذہ کا درس سنیں؟ اس بات کا گمان سوائے جھوٹی تسلی کے کچھ نہیں کہ کچھ دنوں میں حالات معمول پر آجائیں گے۔

ذرا دیر کو تصور کیجئے کہ اگر یہ حالات اللہ نہ کرے اس سال کے آخر تک رہے تو طلباء کا تعلیمی سال کتنا رہ جائے گا؟ اب مشاورت کا وقت گزر چکا، اب عمل کا وقت ہے، فی الفور آن لائن تدریس پر توجہ مرکوز کیجئے، تاکہ آپ کے طلباء کل فخر سے کہہ سکیں کہ ہمارے اکابرین نے اپنی دورانہی کے تحت ہمارا سال ضائع ہونے سے بچا لیا تھا۔ اگر آپ یہ سمجھتے ہیں کہ تعلیم شروع نہ ہوئی تو طلباء کتب کا مطالعہ پھر بھی جاری رکھیں گے تو معذرت کے ساتھ اب وہ دور چلا گیا، اب باطل آپ سے بہت آگے ہے، اتنا آگے کہ اس نے ایسے فارغ اوقات کے لئے آپ کے طلباء کے لئے بہت سے مشاغل تیار کر رکھے ہیں لہذا یہ ہرے خواب اب اچھے نہیں لگتے، اخلاص کی چڑیا کو اس معاشرے سے اڑے صدیاں گزر چکیں۔ بہت سے طلباء کی شادیاں اور بہت سوں کی کاروباری سرگرمیاں آخری سال پر محیط ہیں، بہت سے والدین اپنے بچوں کی دستار بندی کا خواب سجائے بیٹھے ہیں، ان والدین کی امیدوں کی لاج رکھ لیں، یقین کیجئے اگر فی الفور کوئی فیصلہ نہیں لیا جاتا تو یہ مدارس کی کارکردگی پر بہت بڑا سوال کھڑا کر دے گا۔ حکومت تو ویسے ہی اس اسلامی سرکل کے خلاف متحد ہے، انہیں آپ اپنی بہت سی کمزوریوں پر طعن و تشنیع کا موقع فراہم کر دیں گے۔ خدارا فی الفور حالات کی بہتری تک آن لائن نظام تعلیم پر عمل درآمد کریں۔

ذیل میں چند رکاوٹوں کا حل اور آسان طریقہ کار درج ہے۔

## طریقہ کار 1

انٹرنیٹ پر درجنوں آن لائن تدریس کی ایپس موجود ہیں، جن میں سے پاکستان میں اسکا پ اور زوم سب سے مقبول ہیں، اس کے ذریعے طلباء کو ایک اسکرین پر جمع کر کے درس دیا جاسکتا ہے، جس میں پوچھے گئے سوالات کا جواب وہ فی الفور دینے کے پابند ہوتے ہیں۔ نیز اس طریقہ تدریس میں استاد طلباء سے عبارت بھی سن سکتے ہیں۔

## نوٹ 1:

اس طریقہ کار کے تحت استاد کو اپنا طریقہ تعلیم تبدیل کرنے کی ضرورت نہیں پڑے گی، وہ معمول کے مطابق طلباء کو اپنی اسکرین پر پائے گا۔

2: طلباء استاد کی نگرانی میں اس کے گھنٹے میں اسکرین پر موجود رہیں گے، جس سے طلباء میں وقت کی پابندی اور نظم

وضبط برقرار ہے گا نیز انہیں نہ صرف علوم دینیہ حاصل ہوں گے بلکہ بہت سی ٹیکنالوجیز سے بھی آشنائی حاصل ہوگی۔

3: طلباء اس طریقہ سے آن لائن تدریس بھی سیکھیں گے، نیز آن لائن گفتگو کرنے کا فن بھی حاصل ہوگا۔

4: اس طریقہ کار کے تحت طلباء فی البدیہہ ذہن میں آنے والے سوالات پوچھ سکیں گے، چاہے وہ کمٹس کی شکل

میں ہوں یا استاد کی اجازت سے لائیو۔

5: اس طریقہ کار میں استاد کا وقت ضائع ہونے سے بچے گا، وہ دورانِ تعلیم طلباء کی اضافی سرگرمیوں (کلاس میں

سونا، دیر سے آنا، تقاضوں کے لئے جانا) سے پریشان ہوئے بغیر توجہ سے درس جاری رکھے گا اور آخر میں سوالات کا ایک مختصر سیشن بھی رکھا جاسکتا ہے۔

6: اس طریقہ کار میں استاد طلبہ سے عبارت بھی سن سکتے ہیں اور غلطیوں کی تصحیح بھی کر سکتے ہیں۔ (طریقہ کار

2) استاد ایک وقت متعین کر کے درس وڈیو کی صورت ریکارڈ کرے پھر اسے طلباء کے واٹس ایپ یا ای میل پر روزانہ کی بنیادوں پر ارسال کرے۔

نوٹ 1: اس طریقہ کار کے تحت اساتذہ کرام کو مخصوص وقت نکالنا لازم نہ ہوگا، بلکہ وہ کسی بھی وقت اگلے دن کا

سبق ریکارڈ کر سکیں گے۔

2: اس طریقہ کار کے تحت سوالات کے جوابات یا مطلوبہ مواد تحریری یا تقریری شکل میں استاد کو واٹس ایپ کرنا

ہوں گے۔ استاد ارسال کرنے کا ایک آخری وقت مقرر کر سکتا ہے اس کے بعد جس کی جانب سے جوابات ارسال نہ ہوں اس کو متعین کردہ جرمانہ یا مخصوص تعداد میں یہ حرکت کرنے پر اصرار کیا جاسکتا ہے۔

3: اس طریقہ تدریس میں اگر طلباء تقریری وڈیو پیغام کی صورت میں جوابات دیں گے تو ان کی تقریری صلاحیتیں

بہتر ہوں گی، نیز مدارس میں بزم کے گھنٹے کی جو ضرورت پڑتی ہے اس کا تدارک بھی اس تقریری جوابات کے ضمن میں ہو سکتا ہے۔ 4: اگر طلباء تحریری صورت میں جوابات دیں گے تو اس سے ان کی تحریری صلاحیتیں بہتر ہو سکتی ہیں۔

5: اس طریقہ تدریس میں طلباء کو متعلقہ علم و فن میں استاد مزید ریسرچ ورک کا پابند بنا سکتا ہے، جس سے نہ صرف

طلباء کرام کا ذہن کھلے گا بلکہ ان کے سامنے اس علم اور فن کی مزید جہات بھی واضح ہوں گی۔

6: اس طریقہ تعلیم کے تحت طالب علم نہ صرف آسانی سے کاپی مرتب کر سکتا ہے بلکہ استاد بھی اپنے لیکچرز کو ترمیمی

مراحل سے گزار کر کسی بھی وقت کتابی شکل میں ڈھال سکتا ہے۔

7: اس طریقہ تعلیم میں استاد کے تمام دروس محفوظ رہیں گے جس کو طلباء کرام زندگی میں کسی بھی وقت سن کر نہ صرف

تازہ کر سکتے ہیں بلکہ اپنے علم کی پیاس بجھا سکتے ہیں۔

8: اس طریقہ تعلیم کے تحت جس درجے کا درس دیا جا رہا ہے اگلے سال اس درجے میں آنے والے طلباء کا نہ صرف مطالعہ آسان ہو جائے گا بلکہ ان ریکارڈ شدہ دروس کو سالانہ چھٹیوں میں سن کر بہت حد تک اگلے درجے کی کتب سے واقفیت حاصل ہوگی۔

(سوال 1) انٹرنیٹ کے مسائل اور بہت سے طلباء کے پاس موبائل کی عدم دستیابی اس آن لائن تدریس میں حائل ہے؟

جواب: اہل مدارس اس بات کا باخوبی ادراک رکھتے ہیں کہ آج کے دور میں 85 فیصد طلباء کے پاس اینڈرائڈ موبائل موجود ہیں، البتہ جن 15 فیصد کے پاس نہیں ہے ان کے لئے یہ ترتیب بنائی جاسکتی ہے کہ ان کے لئے استاد کی وڈیو کو تحریر میں کنورٹ کر کے (جو کہ جدید سافٹ ویئرز کے ذریعے منٹوں کا کام ہے) اسے متعلقہ طالب علم کے قریبی مدرسے میں ارسال کیا جاسکتا ہے۔ ایک ہفتے کا سبق طالب علم اپنے قریبی وفاق المدارس سے ملحق مدرسے سے موصول کرے اور سبق کے ساتھ وابستگی برقرار رکھے۔ جہاں تک تعلق ہے انٹرنیٹ کے مسائل کا تو غالباً پاکستان بھر میں ہر جگہ کسی نہ کسی موبائل کمپنی کا انٹرنیٹ اچھا چلتا ہی ہے، البتہ بلوچستان جیسے علاقوں میں چونکہ حکومتی غنڈہ گردی کی بنا پر سم پر نیٹ کی عدم دستیابی ہے۔ لہذا وہاں کے طلباء بھی پی ٹی سی ایل یا کسی اور کمپنی کی خدمات حاصل کرتے ہوئے نیٹ چلا سکتے ہیں۔ اگر اسپڈ کا مسئلہ ہے تو اس کا نیپ اور زوم کے ساتھ ساتھ واٹس ایپ پر بھی درس ارسال کئے جائیں تاکہ آہستہ آہستہ ڈاؤن لوڈنگ مکمل ہو اور طالب علم درس سن کر جوابات ارسال کر سکے۔

سوال 2: غریب طالب علم نیٹ کنکشن لگانے کے لئے پیسے کہاں سے لائے؟

جواب: یہ ایک معقول سوال بنتا ہے، لیکن سوچئے کہ جو طالب علم دور دراز علاقوں میں پڑھنے جاتے ہیں اور اچھا خاصہ کرایہ لگاتے ہیں وہ کرایے کی رقم کو اس کام میں صرف کر سکتے ہیں، وفاق المدارس بھی اس ضمن میں مدارس کے ساتھ مل کر اس مسئلے کا حل نکال سکتا ہے۔ بہر حال یہ تمام صورتیں ان شاء اللہ بہت کم ہی سامنے آئیں گی۔

آن لائن تدریس شروع کرنے کا وفاق المدارس کو عمومی طور پر بھی بہت فائدے حاصل ہو سکتے ہیں جن میں سے چند ذیل میں مذکور ہیں:

1: وفاق ایک یوٹیوب چینل بنائے اور روزانہ کی بنیاد پر ریکارڈ شدہ دروس اپ لوڈ کرے، ملک میں لاکھوں طلبہ وفاق سے جڑے ہیں وہ سب دیکھیں گے اور اس سے وفاق المدارس کی ماہانہ آمدن لاکھوں روپے ہوگی۔

2: وفاق المدارس کے تمام لمحققہ اداروں کے اساتذہ کرام کے دروس ایک چار دیواری سے نکل کر پوری دنیا میں پہنچیں گے۔

3: وفاق المدارس مستقبل قریب میں عالمی سطح پر بھی آن لائن تدریس کا سلسلہ مکمل نظم و ضبط کے ساتھ شروع کر سکے گا۔

4: وفاق المدارس کی ساکھ مضبوط ہوگی، اس کا شماران دینی اداروں میں ہوگا جو حالات کے مطابق اپنے سسٹم کو اپڈیٹ رکھتے ہوئے طلباء کو علوم دینیہ فراہم کرتے ہیں۔

5: وفاق المدارس کے اساتذہ اور طلباء کی ریٹنگ رپورٹ آن لائن رہے گی جس کی بنا پر پوری دنیا میں اساتذہ اور طلباء کی مقبولیت میں اضافہ ہوگا۔ بہر طور اس تمام داستانِ غم کے بعد یہ اتماس ہے کہ وفاق المدارس فوری طور پر ایک تھنک ٹینک بنائے، جس میں دین اور دنیا کے ماہرین سمیت آئی ٹی کے بہترین افراد شامل ہوں، اس حوالے سے پاکستان میں بہت سی شخصیات قابلِ قدر و قابلِ ذکر ہیں، جو آن لائن تدریس سے نہ صرف منسلک ہیں بلکہ آن لائن تدریس کے ہمہ جہت مسائل اور ان کے حل کا ادراک بھی رکھتے ہیں ان کی خدمات بھی وفاق المدارس حاصل کر سکتا ہے۔

علاوہ ازیں تمام لمحققہ بڑے اداروں کی آئی ٹی ٹیم جن میں جامعۃ الرشید، دارالعلوم کراچی اور جامعہ بنوریہ عالمیہ سائٹ کراچی کی آئی ٹی ٹیم قابلِ ذکر ہے ان کے ساتھ مشاورت کر کے بھی اس کام کا آغاز کیا جاسکتا ہے۔ حکومتِ وقت نے اعلان کر دیا ہے کہ فی الحال مدارس نہیں کھولے جاسکتے، لہذا اس بات کی اشد ضرورت ہے کہ طلباء کا سال ضائع ہونے سے بچا لیا جائے۔ انہیں آن لائن تعلیم فی الفور فراہم کرنا شروع کریں۔ اللہ رب العالمین کے احکامات اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتیں (آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں) وقت کے ساتھ ساتھ بدل سکتے ہیں تو وفاق کا طرزِ تعلیم بھی اپڈیٹ ہو سکتا ہے۔

مشورہ ہے کہ بے شک اس سال نئے داخلے نہ کریں لیکن جو طلباء پہلے سے تعلیم حاصل کر رہے ہیں ان کا سال بچانے کا اہتمام کرنا ضروری ہے۔ یہ انتہائی مودبانہ اتماس و التجا ہے کہ ان لاکھوں طلباء و طالبات کو مزید کسی پریشانی میں مبتلا نہ کریں، امید کرتا ہوں کہ اس ادنیٰ سے طالب علم کی تحریر میں کوئی گستاخی ہو تو درگزر فرمائیں گے اور ارباب اختیار اس بارے میں سوچ و بچار کا عمل شروع کریں گے۔ اللہ رب العزت ہم سب کا حامی و ناصر ہو۔



## معاملات سے ابہام دور کیجیے!

اسلام اللہ تعالیٰ کی طرف سے آخری دین ہے، جس پر ایمان لانا تا قیامت آنے والی تمام اقوامِ عالم کے لیے لازم قرار دیا گیا ہے۔ اسلام ایک جامع دین ہے جو عقائد، عبادات، اخلاقیات، معاملات، غرض انسان کی انفرادی و اجتماعی زندگی کے ہر شعبہ کے متعلق انہیں صحیح و مکمل رہنمائی فراہم کرتا ہے۔ کامل دین دار شخص وہی ہے جو عقائد سے لے کر معاملات تک تمام شعبہ ہائے زندگی میں اسلامی تعلیمات کو اپنے اوپر لاگو کرتا ہو، تب ہی وہ اپنے مقصدِ تخلیق یعنی رضائے الہی کے مطابق زندگی گزارنے کی سعادت کا مستحق ٹھہرے گا۔

معاملاتِ انسانی زندگی کی اہم ضرورت ہیں، ہر انسان کو روزانہ متعدد لوگوں سے معاملات کرنا ہوتے ہیں، کیونکہ انسان اپنی تمام ضروریات خود پورا کرنے پر قادر نہیں ہے، انسانوں میں من جانب اللہ ذمہ داریاں تقسیم کر دی گئی ہیں، ہر شخص کسی نہ کسی انسان کی کوئی نہ کوئی ضرورت مہیا کرنے کی خدمت میں لگا ہوا ہے۔ انسانی زندگی کے چوبیس گھنٹوں میں روزانہ اُسے سینکڑوں معاملات کرنے ہوتے ہیں، اس لیے اپنی پوری زندگی اللہ کی رضا میں گزارنے کا محض یہی طریقہ ہے کہ عقائد و عبادات کے ساتھ ساتھ معاملات میں بھی شرعی تعلیمات کی پابندی کی جائے۔

معاملات کے متعلق اسلامی تعلیمات کا باب طویل ہے۔ ان میں سے ایک اہم بنیادی اصول یہ ہے کہ معاملہ کرتے ہوئے اُس میں کسی قسم کا ابہام باقی نہ رہنے دیا جائے۔ معاملہ کی تمام شقیں صاف واضح،

متعین ہو جانا ضروری ہیں۔ معاملات میں ابہام نہ صرف یہ کہ بعد میں نزاع اور لڑائی جھگڑے کا باعث بنتا ہے، بلکہ گناہ بھی ہے۔

قرآن مجید کا ارشاد گرامی ہے:

”يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَقُولُوا قَوْلًا سَدِيدًا۔“ (الأحزاب: ۷۰)

ترجمہ: ”اے ایمان والو! تقویٰ اختیار کرو، اور سیدھی بات کیا کرو۔“

یعنی صاف صاف بات کیا کریں، گول مول، غیر واضح اور مبہم بات نہ کریں۔ یہ تعلیم ہر اس معاملہ پر منطبق ہوتی ہے جو زبان یا تحریر سے وقوع پذیر ہوتا ہے۔ ہر معاملہ کو تمام شرائط طے کر کے واضح کر دیا جائے۔ ہمارے ہاں بہت سے معاملات میں بنیادی اصولوں اور ضروری امور کو ایک دوسرے پر اعتماد کرنے یا دوسرے کی ناراضگی کے خوف سے مبہم رہنے دیا جاتا ہے، بعد میں اس کا نتیجہ لڑائی جھگڑے اور معاملات کی انتہائی پیچیدگی کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔ معاملات میں ابہام کی بہت سی صورتیں ہمارے ہاں رائج ہیں، ان میں سے چند کا ذیل میں ذکر کیا جاتا ہے:

عارضی طور پر زمین بیٹے کے نام کرانے کا مسئلہ

بسا اوقات والد کسی وجہ سے زمین یا گھر وغیرہ محض کاغذات کی حد تک کسی بیٹے، بیٹی کے نام کر دیتے ہیں، مالک بنانا مطلوب نہیں ہوتا۔ لیکن یہ بات دستاویزی صورت میں گواہوں کے سامنے واضح نہیں کی جاتی، مبہم رہنے دیا جاتا ہے۔ بعد میں کسی موڑ پر اختلافات ہو جاتے ہیں، جس کے نام عارضی طور پر کرائی گئی تھی، وہ اپنے مالک ہونے کے مدعی ہو کر والد کو واپس دینے یا والد کے انتقال کے بعد دیگر ورثاء کو اس میں سے حصہ دینے سے انکار کر دیتے ہیں۔

اس لیے ایسا معاملہ کرتے ہوئے ضروری ہے کہ گواہوں کے سامنے دستاویزی صورت میں وضاحت کر دی جائے کہ جس کے نام کرائی جا رہی ہے، یہ عارضی طور پر ہے، بطور ہبہ و ملکیت کے نہیں ہے۔

اولاد کو کاروبار میں شامل کرنے کا مسئلہ

ابہام کی ایک مروجہ صورت یہ ہے کہ والد اپنے چلتے کاروبار میں بیٹے کو شامل کرتا ہے، بیٹا والد کے ساتھ کام کرتا ہے، وقت دیتا ہے، ذمہ داری سنبھالتا ہے، لیکن کچھ طے نہیں کیا جاتا کہ بیٹا اس کاروبار میں کس

حیثیت سے شریک ہو رہا ہے؟ آیا صرف والد کا معاون ہے، تنخواہ دار کی حیثیت سے ہے؟ یا کاروبار میں سے کچھ حصہ اُس بیٹے کی ملکیت میں دیا گیا ہے؟ اس غیر مبہم معاملہ کی وجہ سے بعد میں یہ فسادات پیدا ہوتے ہیں:

۱:- اس بیٹے کی زندگی والد کے کاروبار میں معاونت کرتے ہوئے صرف ہو جاتی ہے، جبکہ دیگر بیٹے الگ سے کاروبار یا تعلیم میں مصروف رہ کر اپنا کیریئر بنا لیتے ہیں، والد کے انتقال کے بعد پوری زندگی والد کے ساتھ بطور معاون کام کرنے والا اور دیگر اولاد کا روبرو برابر کے حصہ دار ہوتے ہیں، جب کہ دیگر اولاد نے الگ سے اپنا بزنس، ملازمت سے بھی بہت کچھ حاصل کر لیا ہوتا ہے۔

۲:- بسا اوقات ایسی صورت حال میں کاروبار میں کام کرنے والا بیٹا تمام کاروبار کو اپنی ملک سمجھ کر خود قابض ہو جاتا ہے، دیگر ورثاء کو کچھ بھی دینے سے انکار کر دیتا ہے۔

شریعت کی تعلیم یہ ہے کہ بیٹے کو کاروبار میں شامل کرتے وقت دستاویزی صورت میں درج ذیل امور طے کر لیے جائیں:

الف:- بیٹے کی حیثیت ملازم کی ہے تو اُس کی یومیہ، ماہانہ یا سالانہ تنخواہ طے کر دی جائے۔ اس صورت میں بیٹا طے شدہ تنخواہ کا حق دار ہوگا، کاروبار کے مالک والد ہوں گے، اُن کے انتقال کے بعد تمام ورثاء میں شرعی حصہ کے بقدر تقسیم ہوگا۔

ب:- کاروبار میں ساتھ کام کرنے والے بیٹے کا کاروبار میں کچھ ملکیتی حصہ طے کر کے اسے مالک بنا کر شریک کر دیا جائے اور منافع کی تقسیم فیصدی تناسب یا ملکیت کے اعتبار سے طے کر لی جائے۔

اگر یہ صورتیں واضح کر دی جائیں تو بعد میں جھگڑوں سے یا غیر شرعی کاموں کے ارتکاب سے بچا جاسکتا ہے۔

### اولاد کو کاروبار کے لیے رقم مہیا کرنے کا مسئلہ

ہمارے ہاں کثرت سے رائج ایک صورت وہ ہے جب والد اولاد کو یا اولاد میں سے کسی ایک کو کاروبار شروع کرنے کے لیے رقم مہیا کرتے ہیں۔ والد کی طرف سے مہیا کی گئی رقم سے کاروبار میں جب ترقی ہوتی ہے، تو بھائیوں میں جھگڑے ہوتے ہیں، کاروبار کرنے والا اسے محض اپنا ذاتی کاروبار سمجھتا ہے، دیگر بھائی بہن وراثت میں سے ہونے کے مدعی ہوتے ہیں، اور صورت حال کسی پر بھی واضح نہیں ہوتی، اس نوبت سے بچنے کی یہی صورت ہے کہ ابتداء میں کاروبار شروع کرنے کے لیے رقم مہیا کرتے ہوئے والد درج ذیل

تصریح کر دے:

الف:- یہ رقم بطور قرض کے ہے۔ ب:- بطور گفٹ کے ہے۔  
 پہلی دو صورتوں (الف اور ب) میں کاروبار کا مالک بیٹا ہوگا، البتہ الف کی صورت میں قرض واپس کرنے کا پابند ہوگا۔

### بیٹے کی کمائی سے خریدی گئی جائیداد کا مسئلہ

بیٹا بیرون ملک کمائی کرتا ہے، اپنی آمدن گھر بھیجتا رہتا ہے، جسے بعض اوقات زمین، جائیداد وغیرہ کی خریداری میں صرف کیا جاتا ہے۔ بیٹے کی کمائی سے حاصل شدہ رقم سے خریداری کرتے ہوئے یہ ابہام دور نہیں کیا جاتا کہ یہ زمین کس کی ملک کی ہے؟ کمائی کرنے والے بیٹے کی ہے، یا والد، والدہ کی؟ بلکہ بعض مرتبہ یہ زمین کسی اور بھائی کے نام کر دی جاتی ہے۔

والد کے انتقال کے بعد یا جب کمائی کرنے والا بیٹا واپس آتا ہے تو وہ مطالبہ کرتا ہے کہ میری کمائی سے خریدی گئی جائیداد اُس کی ملکیت ہے، قابض بہن بھائی انکاری ہو جاتے ہیں، اس لیے ابتداء سے ہی ان باتوں کی وضاحت لازمی ہے:

۱:- اسے بیرون ملک بھیجنے پر جو رقم خرچ کی جا رہی ہے، یہ بطور قرض کے ہے یا بطور تبرع و احسان؟  
 ۲:- بیٹا اپنی آمدن گھر والوں کو کس حیثیت سے دیتا ہے، آیا بطور امانت کے بھیجتا ہے یا کسی کو مالک بنا دیتا ہے، مالک بنانا ہے تو کسے مالک بنانا ہے؟

۳:- بیٹے کی آمدن سے جو جائیداد خریدی گئی، اس کا مالک کون ہے؟ والد نے اپنے لیے خریدی یا اسی بیٹے کے لیے خریدی؟

یہ امور ابتداء سے ہی واضح ہوں تو بعد کے تمام معاملات خوش اسلوبی سے نمٹ جاتے ہیں، ورنہ صورت حال اتنی پیچیدہ ہوتی ہے کہ مفتی کو معاملہ کی تہہ تک پہنچنے کے لیے پریشانی لاحق ہو جاتی ہے۔

### گھر کے سربراہ کے کاروبار کے لیے رقم مہیا کرنے کا مسئلہ

ابہام کی ایک پیچیدہ صورت یہ بھی پیش آتی ہے کہ گھر کے سربراہ کے چلتے کاروبار میں گھر کے کسی فرد کی رقم لگائی جاتی ہے، مثلاً بیٹے کی ذاتی کمائی یا خواتین کے زیور بیچ کر حاصل شدہ رقم کاروبار میں لگادی جاتی ہے،

اور واضح طے نہیں کیا جاتا کہ یہ رقم کاروبار میں کس حیثیت سے شامل کی گئی ہے، نہ ہی رقم شامل کرنے کی کوئی دستاویز بنائی جاتی ہے۔ آگے چل کر معاملات گھمبیر ہو جاتے ہیں، اولاً تو دیگر ورثاء رقم کی شمولیت سے منکر ہوتے ہیں، اور اگر اسے تسلیم کر بھی لیں تو اس میں اختلاف ہو جاتا ہے کہ وہ رقم قابل واپسی تھی یا گفٹ تھی؟ رقم قابل واپسی ہونا تسلیم کر لیں تو اگلا اختلاف ہو جاتا ہے کہ اس رقم کے منافع بھی ملیں گے یا نہیں؟

ان تمام خرابیوں سے بچنے کے لیے ابتداء سے ہی درج ذیل تفصیلات واضح کرنا ضروری ہیں:

- ۱:- رقم کی شمولیت باقاعدہ مصدقہ دستاویز کی صورت میں لکھی جائے۔
- ۲:- طے کر لیا جائے کہ رقم کس حیثیت سے شامل کی جا رہی ہے؟ گھر کا فرد، سربراہ کو وہ رقم ہبہ کر رہا ہے یا بطور قرض کے دے رہا ہے؟

۳:- اور اگر وہ رقم بطور پارٹنرشپ کے دی جا رہی ہے تو واضح کیا جائے کہ مجموعی کاروبار میں اس رقم کا تناسب کیا ہے؟ بالفاظ دیگر کاروبار میں اس فرد کی ملکیت کتنا ہوگی؟ اس صورت میں منافع کی تقسیم کس تناسب سے ہوگی؟ یہ طے کرنا بھی ضروری ہے۔

### مشترکہ فیملی کے افراد کی آمدن کا مسئلہ

معاملات کی پیچیدگی اور غیر واضح ہونے کی کثیرالرائج صورت جو اسٹ فیملی سسٹم میں پیش آتی ہے، مثلاً ہر بھائی کی اپنی آمدن ہے، ہر بھائی اپنی آمدن گھر کے سربراہ (والد، والدہ، یا بھائی) کے پاس جمع کر دیتے ہیں، جس سے گھر کے اخراجات بھی ہوتے ہیں، اور اُس سے جائیداد وغیرہ بھی خریدی جاتی ہے، کاروبار بھی شروع کیے جاتے ہیں۔ یہ مشترکہ سسٹم بسا اوقات شدید اختلاف پر منتج ہوتا ہے۔ جس بھائی کی آمدن زیادہ تھی، وہ جائیداد میں سے زیادہ کا مطالبہ کرتا ہے، دیگر بھائی برابری کے دعویدار ہوتے ہیں۔ ایسی صورت حال سے بچنے کا بھی یہی طریقہ ہے کہ شروع میں یہ طے کر لیا جائے:

- ۱:- تمام بھائی سربراہ کو وہ رقم مالک بنا کر دیتے ہیں؟ اس صورت میں اُس رقم سے خریدی گئی جائیداد وغیرہ اسی سربراہ کی ہوگی اور اُس کی موت کے بعد اُس کے شرعی ورثاء میں بقدر حصہ تقسیم ہوگی۔
- ۲:- سربراہ کو دی جانے والی رقم بطور تملیک کے نہیں، بلکہ جائیداد وغیرہ کی خریداری اور اخراجات کے لیے ہے۔ اس صورت میں اخراجات کے بعد ہر ایک کی رقم کا الگ حساب رکھنا ضروری ہے، اگر اُس سے کوئی جائیداد وغیرہ خریدی گئی تو حساب رکھنا ضروری ہے کہ کس بھائی کی کتنی رقم خرچ ہوئی، اسی رقم کے

اعتبار سے جائیداد میں ملکیت کا تناسب ہوگا۔

۳۔ جو اسٹ فیملی سسٹم میں بہتر، غیر پیچیدہ طریقہ یہ ہے کہ بچن وغیرہ روزمرہ کے اخراجات میں چاہے مشترکہ سسٹم رہے، اور اس کے لیے باقاعدہ ایک فنڈ قائم کیا جائے، جس میں ہر بھائی اپنے زیر کفالت افراد کے اعتبار سے یا برابر برابر رقم جمع کرادیں، وہ رقم روزمرہ کے اخراجات میں خرچ ہوگی۔ ان اخراجات کے علاوہ ہر بھائی اپنی دیگر آمدن کا خود مالک ہوگا، وہ چاہے خرچ کرے، محفوظ کرے، جائیداد خریدے، وہ اسی کی شمار ہوگی۔ اس صورت میں کم زیادہ آمدن کے پیچیدہ مسائل پیدا نہیں ہوں گے۔

### وراثتی گھر کی مرمت پر خرچ

اسی طرح بہن بھائیوں میں مشترکہ وراثتی گھر کی مرمت وغیرہ پر کوئی ایک بھائی خرچ کرتا ہے، یہ خرچ اگر واپسی کی نیت سے بطور قرض کے ہو تو خرچ کرنے سے پہلے تمام ورثاء پر واضح کرنا ضروری ہے۔

### بہو کوسسرا ل کی طرف سے زیور پہنانے کا مسئلہ

خاتون کو اُس کے سسرال، شوہر کی طرف سے زیور پہنائے جاتے ہیں، بعض جگہ تو معروف ہوتا ہے کہ یہ زیور بطور عاریت کے ہوتے ہیں، اصل مالک شوہر ہی رہتا ہے۔ بعض جگہ ہبہ کا عرف ہوتا ہے، بیوی مالک بن جاتی ہے۔ لیکن بعض جگہ یہ عرف نہیں ہوتا، ایسی صورت میں واضح کرنا ضروری ہے کہ یہ زیور خاتون کو مالک بنا کر دیا جا رہا ہے، یا صرف استعمال کے لیے؟ عرف یا وضاحت نہ ہونے کی صورت میں طلاق یا موت کے بعد اختلافات ہو جاتے ہیں۔ ان اختلافات سے بچاؤ کی یہی صورت ہے کہ پہلے سے معاملہ واضح کر دیا جائے۔

سطور بالا میں مبہم معاملات کی وہ صورتیں ذکر کی گئی ہیں، جو عموماً گھر والوں کے آپس کے معاملات میں پیش آتی ہیں، ان کے علاوہ دیگر معاملات بیع، اجارہ، نکاح وغیرہ میں بھی ابہام باقی رکھنے کا رواج بہت زیادہ ہے، جو بالآخر جھگڑوں پر منتج ہو کر دلوں کی دوری کا باعث بنتے ہیں، اس لیے تمام معاملات میں ابہام کو دور کرنا چاہیے۔



از: مفتی محمد راشد سکوی

رفیق شعبہ تصنیف و تالیف و استاذ جامعہ فاروقیہ، کراچی

## فلسفہ قربانی اور ملحدین کے شکوک و شبہات

اسلام کا فارسی میں ترجمہ ہے: گردن نہاد، اردو میں گردن جھکانا، خم کرنا، جب گردن جھکانے کا محرک اطاعت و فرمانبرداری کے جذبات ہوں تو اُسے اردو میں سر تسلیم خم بھی کہا جاتا ہے۔ اطاعت و فرمانبرداری کے جذبہ سے گردن جھکانے والے کو مسلم کہتے ہیں، اسی سے مسلم یا مسلمان اصطلاح سمجھ میں آتی ہے کہ مسلمان یا مسلم احکام الہی کے سامنے تسلیم خم کرنے یا گردن جھکانے والے کو کہتے ہیں۔ مسلمان کا جذبہ ایمانی ہمیشہ اُسے تیار رکھتا ہے کہ جو بھی حکم الہی جب اور جیسے اس کی طرف متوجہ ہو، اُسے بجایا جائے، وہ اُسے بلاچوں و چرا قبول کر لیتے ہیں، لیکن بعض کج رو، کج فہم اور کوتاہ نظر اپنے مقامِ حقارت سے اوپر اچھل اچھل کر اللہ تعالیٰ کے بعض احکام کو اپنی ناقص عقل کی گھسی پٹی کسوٹی پر پرکھ کر قبول یا رد کرنے کی ناروا جسارت کرنے لگتے ہیں اور ایسے لوگ جب ابلاغی ذرائع کا حصہ ہوں یا ذرائع ابلاغ تک ان کی رسائی میں کوئی مشکل نہ ہو تو وہ اسلامی احکام کے خلاف پروپیگنڈہ کرنے اور اپنی کج فہمی کے مسموم جراثیم مسلمانوں کے درمیان عام کرنے کی کوشش کرتے ہیں، ایسے ہی اسلامی احکام میں اہم پُر حکمت حکم، قربانی کا حکم بھی ہے جو امت مسلمہ سالانہ بجالاتی ہے اور بھرپور جذبہ ایمانی سے ادائیگی کا اہتمام کرتی ہے، مگر ایک عرصہ سے بعض نادان اس سنت ابراہیمی سے متعلق اپنے فاسد خیالات کو عام کرنے کی کوشش کر رہے ہیں، اس

لیے ماہ ذوالحجہ کی مناسبت سے مناسب معلوم ہوا کہ قربانی سے متعلق ایسے طہرین کے سطحی شکوک و شبہات کا علمی جائزہ لیا جائے آئندہ سطور میں یہی کوشش کی جا رہی ہے۔

ہر جدید تہذیب و تمدن کا دلدادہ اور مغربیت سے متاثر ذہنیت رکھنے والا اس ماہ مبارک کے شروع ہوتے ہی سادہ لوح اور مذہب پسند مسلمانوں کا ذہن خراب کرنا شروع کر دیتا ہے کہ قربانی کی وجہ سے جانوروں کی نسل کشی ہوتی ہے، لاکھوں لوگوں کی یہ رتیں بلا وجہ ضائع ہوتی ہیں، اس کے بجائے اگر اتنا مال رفاہ عامہ کے مفید کاموں، ہسپتالوں کی تعمیر اور انسانیت کی فلاح و بہبود کے لیے خرچ کیا جائے تو معاشرے کے بہت بڑے غریب اور مفلس طبقے کا بھلا ہو جائے گا، اس طرح منکرین قربانی اپنی عقلِ نارسا سے کام لیتے ہوئے بزعم خود قربانی کے نقصانات اور ترک قربانی کے فوائد بیان کرتے نظر آتے ہیں اور اس کی وجہ سے عام مسلمان ان نام نہاد دانشوروں کے زہریلے پروپیگنڈے اور بہکاوے میں آکر اسلام کے اس عظیم الشان حکم کو ترک کرنے پر آمادہ ہو جاتا ہے۔

### رسول اللہ ﷺ کا ان دنوں (دس ذی الحجہ) میں دائمی عمل

غور کرنے کی یہ بات ہے کہ عید الاضحیٰ کے اس خاص موقع پر اگر قربانی کرنے کی بہ نسبت انسانیت کی فلاح و بہبود میں مال خرچ کرنا اتنا ہی افضل، موزوں و مناسب یا ضروری ہوتا تو جناب نبی اکرم ﷺ کے زمانہ میں اہل ثروت اور صاحبِ نصاب مسلمانوں پر قربانی کے حکم کے بجائے غریب، سسکتی اور بد حال انسانیت پر مال خرچ کرنا ضروری قرار دیا جاتا؛ جب کہ یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ ہر دور میں غریب اور نادار طبقہ موجود رہا ہے، تو یقیناً آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مبارک دور میں بھی یہ طبقہ موجود تھا؛ بلکہ ایسے افراد تو بکثرت موجود تھے؛ لیکن رحمۃ اللعالمین ﷺ نے اپنے زمانہ کے اہل ثروت اور صاحبِ نصاب مسلمانوں کو اس (عید الاضحیٰ کے) موقع پر یہ حکم نہیں دیا کہ وہ اپنا مال رفاہ عامہ کے مفید کاموں، ہسپتالوں کی تعمیر اور انسانیت کی فلاح و بہبود کے لیے خرچ کریں؛ بلکہ یہ حکم فرمایا کہ اس موقع پر اللہ کے حضور جانور کی قربانی پیش کریں۔ اور خود رسول اللہ ﷺ کا دائمی عمل ان دنوں میں قربانی کرنے کا ہی تھا، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: ”رسول اللہ ﷺ نے مدینہ میں دس سال قیام فرمایا (اس قیام کے دوران) آپ ﷺ قربانی کرتے رہے۔“ (سنن الترمذی) اور صحابہ گرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا اس عظیم حکم کو ہمیشہ قائم و دائم رکھنا، اس بات کی دلیل ہے کہ عید الاضحیٰ کے موقع پر قربانی کرنا ہی ضروری ہے۔

## ایام قربانی میں قربانی افضل ہے یا نقد صدقہ؟

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”قربانی کے ایام میں نسبت صدقہ کرنے کے قربانی کرنا افضل ہے“، امام ابو داؤد، امام ربیعہ اور ابو الزناد رحمہم اللہ وغیرہ کا یہی مسلک ہے۔ (المغنی لابن قدامہ: ۱۱/۶۹)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم، ان کے بعد خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کا یہی عمل تھا، اگر ان حضرات کے نزدیک اس سے بہتر کوئی عمل ہوتا تو وہ یقیناً قربانی کے بجائے اسی کو اختیار کرتے، دوسری بات یہ کہ ایسا کیسے ہو سکتا تھا، جب کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا صریح فرمان مبارک موجود ہے کہ ”اس دن میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک (قربانی کے جانور کا) خون بہانے سے بڑھ کر بنی آدم کا کوئی عمل پسندیدہ نہیں ہے۔“

اسی طرح حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”کسی کام میں مال خرچ کیا جائے تو وہ عید الاضحیٰ کے دن قربانی میں خرچ کیے جانے والے مال سے افضل نہیں۔“ (سنن الترمذی، فضل الاضحیۃ)

امام نووی رحمہ اللہ بھی اسی طرح ذکر کرتے ہیں کہ صحیح احادیث مشہورہ کی بنا پر شوافع کے نزدیک ان دنوں میں قربانی کرنا ہی افضل ہے، نہ کہ صدقہ کرنا؛ اس لیے کہ اس دن قربانی کرنا شعار اسلام ہے، یہی مسلک سلف صالحین کا ہے۔ (المجموع شرح المہذب)؛ البتہ! وہ افراد جن پر قربانی کرنا واجب نہیں ہے، ان کے لیے یا ان کی طرف سے قربانی کرنے کی بجائے صدقہ کرنا افضل شمار ہوگا۔ (البحر الرائق:)

صاحب مرقاۃ المفاتیح لکھتے ہیں کہ ”بعض فقہاء کے نزدیک قربانی واجب ہے اور بعض کے نزدیک سنتِ موکدہ؛ لیکن بہر صورت اس دن میں قربانی کرنا یعنی: خون بہانا متعین ہے، اس عمل کو چھوڑ کر جانور کی قیمت صدقہ کر دینا کافی نہیں ہوگا؛ اس لیے کہ صدقہ کرنے میں شعائر اسلام میں سے ایک بہت بڑے شععار کا ترک لازم آتا ہے؛ چنانچہ اہل ثروت پر قربانی کرنا ہی لازم ہے۔“ (مرعاۃ المفاتیح: ۵/۷۳)

## قربانی سے جانوروں کی نسل کُشی ہوتی ہے؟

ہمیشہ سے اللہ تعالیٰ کا یہ نظام چلا آ رہا ہے کہ انسانوں یا جانوروں کو جس چیز کی ضرورت جتنی زیادہ ہوتی ہے، حق تعالیٰ شانہ اس کی پیدائش اور پیداوار بڑھادیتے ہیں اور جس چیز کی جتنی ضرورت کم ہوتی ہے تو اس کی پیداوار بھی اتنی ہی کم ہو جاتی ہے، آپ پوری دنیا کا سروے کریں اچھی طرح جائزہ لیں کہ جن ممالک

میں قربانی کے اس عظیم الشان حکم پر عمل کیا جاتا ہے، کیا ان ممالک میں قربانی والے جانور ناپید ہو چکے ہیں یا پہلے سے بھی زیادہ موجود ہیں؟! آپ کبھی اور کہیں سے بھی یہ نہیں سنیں گے کہ دنیا سے حلال جانور ختم ہو گئے ہیں یا اتنے کم ہو گئے ہیں کہ لوگوں کو قربانی کرنے کے لیے جانور ہی میسر نہیں آئے؛ جب کہ اس کے برخلاف کتے اور بلیوں کو دیکھ لیں، ان کی نسل ممالک میں کتنی ہے؟! حالانکہ تعجب والی بات یہ ہے، کتے اور بلیاں ایک ایک حمل سے چار چار پانچ پانچ بچے جنتے ہیں؛ لیکن ان کی تعداد بمقابلہ حلال جانوروں کے بہت کم نظر آتی ہے۔

### حضرت مفتی محمد شفیع دیوبند صاحب رحمہ اللہ کا قول

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندی صاحب رحمہ اللہ قرآن پاک کی آیت ﴿وَمَا آفَقْتُمْ مِنْ شَيْءٍ فَهُوَ يُخْلِفُهُ﴾ کی تفسیر میں لکھتے ہیں: ”اس آیت کے لفظی معنی یہ ہیں کہ تم جو چیز بھی خرچ کرتے ہو اللہ تعالیٰ اپنے خزانہ غیب سے تمہیں اس کا بدل دے دیتے ہیں، کبھی دنیا میں اور کبھی آخرت میں اور کبھی دونوں میں، کائناتِ عالم کی تمام چیزوں میں اس کا مشاہدہ ہوتا ہے کہ آسمان سے پانی نازل ہوتا ہے، انسان اور جانور اس کو بے دھوک خرچ کرتے ہیں، کھیتوں اور درختوں کو سیراب کرتے ہیں، وہ پانی ختم نہیں ہوتا کہ دوسرا اس کی جگہ اور نازل ہو جاتا ہے، اسی طرح زمین سے کنواں کھود کر جو پانی نکالا جاتا ہے، اس کو جتنا نکال کر خرچ کرتے ہیں اس کی جگہ دوسرا پانی قدرت کی طرف سے جمع ہو جاتا ہے، انسان غذا کھا کر بظاہر ختم کر لیتا ہے؛ مگر اللہ تعالیٰ اس کی جگہ دوسری غذا امہیا کر دیتے ہیں، بدن کی نقل و حرکت اور محنت سے جو اجزاء تحلیل ہو جاتے ہیں، ان کی جگہ دوسرے اجزاء بدل بن جاتے ہیں، غرض انسان دنیا میں جو چیز خرچ کرتا ہے، اللہ تعالیٰ کی عام عادت یہ ہے کہ اس کے قائم مقام اس جیسی دوسری چیز دے دیتے ہیں، کبھی سزا دینے کے لیے یا کسی دوسری تکوینی مصلحت سے اس کے خلاف ہو جانا اس ضابطہ الہیہ کے منافی نہیں، اس آیت کے اشارہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے جو اشیاء صرف انسان اور حیوانات کے لیے پیدا فرمائی ہیں، جب تک وہ خرچ ہوتی رہتی ہیں، ان کا بدل منجانب اللہ پیدا ہوتا رہتا ہے، جس چیز کا خرچ زیادہ ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کی پیداوار بھی بڑھا دیتے ہیں، جانوروں میں بکرے اور گائے کا سب سے زیادہ خرچ ہوتا ہے کہ ان کو ذبح کر کے گوشت کھایا جاتا ہے اور شرعی قربانیوں اور کفارات و جنایات میں ان کو ذبح کیا جاتا ہے، وہ جتنے زیادہ کام آتے ہیں، اللہ تعالیٰ اتنی ہی زیادہ اس کی پیداوار بڑھا دیتے ہیں، جس کا ہر جگہ مشاہدہ ہوتا ہے کہ بکروں کی تعداد ہر وقت چھری کے نیچے رہنے کے باوجود دنیا میں زیادہ ہے، کتے بلی کی تعداد اتنی نہیں؛

حالانکہ کتے بلی کی نسل بظاہر زیادہ ہونی چاہیے کہ وہ ایک ہی پیٹ سے چار پانچ بچے تک پیدا کرتے ہیں، گائے بکری زیادہ سے زیادہ دو بچے دیتی ہے، گائے بکری ہر وقت ذبح ہوتی ہے، کتے بلی کو کوئی ہاتھ نہیں لگاتا؛ مگر پھر بھی یہ مشاہدہ ناقابل انکار ہے کہ دنیا میں گائے اور بکروں کی تعداد بہ نسبت کتے بلی کے زیادہ ہے، جب سے ہندوستان میں گائے کے ذبیحہ پر پابندی لگی ہے، اس وقت سے وہاں گائے کی پیداوار گھٹ گئی ہے، ورنہ ہر بستی اور ہر گھر گایوں سے بھرا ہوتا جو ذبح نہ ہونے کے سبب بچی رہیں۔

عرب سے جب سے سواری اور بار برداری میں اونٹوں سے کام لینا کم کر دیا، وہاں اونٹوں کی پیداوار بھی گھٹ گئی، اس سے اس ملحدانہ شبہ کا ازالہ ہو گیا، جو احکام قربانی کے مقابلہ میں اقتصادی اور معاشی تنگی کا اندیشہ پیش کر کے کیا جاتا ہے۔“ (معارف القرآن، سورۃ السباء: ۳۹، ۷ / ۳۰۳)

### رفاہی کاموں کی افادیت اپنی جگہ مسلم ہے؟

ہماری اس بحث کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ رفاہ عامہ کے مفید کاموں، ہسپتالوں کی تعمیر اور انسانیت کی فلاح و بہبود کے لیے غرباء، مساکین اور ناداروں پر خرچ نہیں کرنا چاہیے؛ بلکہ ہمارا مقصود محض یہ ہے کہ اس ذوالحجہ سے لے کر تیرہ ذوالحجہ کی شام تک جس شخص پر قربانی کرنا واجب ہے، اس کے لیے قربانی چھوڑ کر اس رقم کا صدقہ کرنا جائز نہیں ہے، ہاں! جس شخص پر قربانی کرنا واجب نہیں ہے، اس کے لیے ان دنوں میں یا صاحب نصاب لوگوں کے ان دنوں میں قربانی کرنے کے ساتھ ساتھ یا سال کے دیگر ایام میں مالی صدقہ کرنا یقیناً بہت زیادہ ثواب کی چیز ہے، رفاہ عامہ کے مفید کاموں میں خرچ کرنے کے لیے اسلام نے زکاۃ، صدقۃ الفطر، عشر، کفارات، نذور، میراث، دیگر وجوبی صدقات اور ہدایا وغیرہ کے نظام وضع کیے ہیں، ان احکامات کو پوری طرح عملی جامہ پہنا کر مطلوبہ نتائج و مقاصد حاصل کیے جاسکتے ہیں، نہ یہ کہ اسلام کے ایک عظیم الشان حکم کو مسخ کر کے تلبیس سے کام لیا جائے۔ ہونا تو یہ چاہیے کہ معاشرے میں ہونے والی خرافات پر تفصیلی نظر ڈالی جائے، طرح طرح کی مروج رسومات میں ضائع ہونے والی اربوں و کھربوں کی مالیت کو کٹھول کیا جائے، نہ کہ ایک فریضے میں صرف کرنے والے لوگوں کو بھی بہکا کر اس سے روک دیا جائے۔

### ذبح کرنے پر اعتراض اور اس کا جواب

مکثرین اور ملحدین کی طرف سے ایک اعتراض یہ بھی سامنے آتا ہے کہ زندہ جانوروں کے گلے پر

چھری پھیر دینا بھی عقل سلیم کے خلاف ہے، یہ فعل مسلمانوں کی بے رحمی پر دلالت کرتا ہے، اس اعتراض کا جواب دیتے ہوئے حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”ہم دعوے سے کہتے ہیں کہ شریعتِ اسلامیہ سے زیادہ رحم کسی مذہب میں نہیں ہے، اور ذبحِ حیوانِ رحم کے خلاف نہیں؛ بلکہ ان کے حق میں اپنی موت مرنے سے مذبح ہو کر مرنا بہتر ہے؛ کیوں کہ خود مرنے میں قتل و ذبح کی موت سے زیادہ تکلیف ہوتی ہے، رہا یہ سوال کہ پھر انسان کو ذبح کر دیا جائے کرے؛ تاکہ آسانی سے مر جایا کرے، اس کا جواب یہ ہے کہ حالتِ یاس سے پہلے ذبح کرنا تو دیدہ و دانستہ قتل کرنا ہے اور حالتِ یاس پتہ نہیں چل سکتی؛ کیونکہ بعض لوگ ایسے بھی دیکھے گئے ہیں کہ مرنے کے قریب ہو گئے تھے، پھر اچھے ہو گئے اور شبہ حیوانات میں کیا جائے کہ ان کی تو یاس کا بھی انتظار نہیں کیا جاتا، جواب یہ ہے کہ بہائم اور انسان میں فرق ہے، وہ یہ کہ انسان کا تو ابقاء (باقی رکھنا) مقصود ہے، کیونکہ خلقِ عالم سے وہی مقصود ہے؛ اس لیے ملائکہ کے موجود ہوتے ہوئے اس کو پیدا کیا گیا؛ بلکہ تمام مخلوق کے موجود ہونے کے بعد اس کو پیدا کیا گیا؛ کیونکہ نتیجہ اور مقصود تمام مقدمات کے بعد موجود ہوا کرتا ہے؛ اس لیے انسان کے قتل اور ذبح کی اجازت نہیں دی گئی، ورنہ بہت سے لوگ ایسی حالت میں ذبح کر دیے جائیں گے، جس کے بعد ان کے تندرست ہونے کی امید تھی اور ذبح کرنے والوں کے نزدیک وہ یاس کی حالت میں تھا اور جانور کا ابقاء مقصود نہیں؛ اس لیے اس کے ذبح کی اجازت اس بنا پر دے دی گئی کہ ذبح ہو جانے میں ان کو راحت ہے اور ذبح ہو جانے کے بعد ان کا گوشت وغیرہ بقائے انسانی میں مفید ہے، جس کا ابقاء مقصود ہے، اس کو اگر ذبح نہ کیا جائے اور یونہی مرنے کے لیے چھوڑ دیا جائے تو وہ مردہ ہو کر اس کے گوشت میں سمیت کا اثر پھیل جائے گا اور اس کا استعمال انسان کی صحت کے لیے مضر ہوگا، تو ابقاء انسان کا وسیلہ نہ بنے گا اور قصاص، جہاد میں چونکہ ابقاء بعض افراد بغرض ابقاء جمیع الناس متیقن ہے؛ اس لیے وہاں قتل انسانی کی اجازت دی گئی؛ مگر ساتھ ہی اس کی رعایت کی گئی کہ حتی الامکان سہولت کی صورت سے مارا جائے، یعنی: قصاص میں جو کہ قتل اختیاری ہے، تلوار سے۔ اور جہاد میں مثلہ وغیرہ کی ممانعت ہے۔“ (اشرف الجواب، انیسواں اعتراض: ذبح کرنے پر اعتراض اور اس کا جواب، ص: ۸۶، ۸۷، مکتبہ عمر فاروق، کراچی)

### قربانی کی حقیقت کیا ہے؟

اگر قربانی کی حقیقت پر نظر ہو تو بھی یہ وسوسہ پیدا نہیں ہو سکتا، قربانی تو یادگار ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی کہ ان کو حکم دیا گیا تھا کہ اپنا بیٹا ذبح کرو؛ حالانکہ! دوسری طرف خود قرآن کا اعلان ہے کہ قتل کی سزا ہمیشہ کے

لیے جہنم میں رہنا ہے، نیز! بچوں کو تو جہاد کی حالت میں بھی قتل کرنے سے منع کیا گیا ہے، الغرض عقل کبھی بچے اور بالخصوص اپنے معصوم بچے کے قتل کو تسلیم نہیں کر سکتی؛ لیکن قربان جائیں سیدنا ابراہیم علیہ السلام پر کہ انہوں نے اللہ سے یہ نہیں پوچھا کہ اے اللہ! جو بچہ مجھے برسہا برس دعائیں مانگنے کے بعد ملا، آخر اس کا قصور کیا ہے؟! اور اگر قصور ہے بھی تو اس کو مارنے سے کیا حاصل ہوگا؟! نہیں، اس لیے کہ جہاں اور جس کام میں اللہ کا حکم آجاتا ہے وہاں چون و چرا کی گنجائش نہیں رہتی، چاہے نفع نظر آئے یا نقصان۔

دوسری طرف قربانی کے جانور پر آنے والے اخراجات کا جائزہ لیجیے، آج کے اس مہنگائی والے دور میں بڑے جانور میں حصہ لینے کے لیے آٹھ یا نو ہزار روپے کافی ہیں اور اگر چھوٹا جانور لینا چاہیں تو بارہ سے پندرہ ہزار روپے میں کام چل جاتا ہے۔ اس جائزے کے بعد سوچیے کہ اگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہمیں حکم ہو کہ تمہیں اختیار ہے کہ تم اپنا بیٹا قربانی کے لیے ذبح کرو، یا اس کی بجائے (بارہ سے پندرہ ہزار روپے کا) جانور ذبح کرو۔ تو بتلائیے کہ کون کس کو ترجیح دے گا، یقیناً بیٹے کے ذبح کے مقابلہ میں ہر عقل مند جانور ذبح کرنے کو ترجیح دے گا۔ اب ایک نظر سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی طرف بھی ڈالیے کہ جب ان کو بیٹا ذبح کرنے کا حکم ملا تو انہوں نے ایک لمحے کے لیے بھی رُک کر یہ نہ پوچھا کہ یا اللہ! اس میں میرے لیے کیا نفع ہے؟ اور ایک ہم ہیں کہ معمولی سا جانور ذبح کرنے کا حکم دیا گیا اور ہم پوچھتے پھرتے ہیں کہ اس میں میرا کیا نفع ہے؟ اس کے بجائے یہ ہو جائے، وہ جائے، وغیرہ وغیرہ۔

ایسی باتیں قربانی کی روح کے خلاف ہے، یہ سوال کرنے والا درحقیقت قربانی کی حقیقت سے ہی ناواقف ہے، قربانی کے ذریعے تو یہ جذبہ پیدا کرنا مقصود ہے کہ جب اللہ رب العزت کی طرف سے کوئی حکم آجائے تو ہم اپنی عقل کے گھوڑے دوڑانے کی بجائے اللہ کے حکم کی پیروی کریں، اس کے حکم کے سامنے اپنا سر تسلیم خم کریں، اسی کی طرف اللہ تعالیٰ نے سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام کے عمل میں اشارہ کیا ہے کہ ﴿فَلَمَّا أَسْلَمْنَا﴾ جب انہوں نے سر تسلیم خم کر دیا الخ۔ تو اچھی طرح سمجھ لینا چاہیے کہ قربانی محض رسم یا دل لگی نہیں ہے؛ بلکہ اس کے ذریعے ایک ذہنیت دینا مقصود ہے، جسے فلسفہ قربانی کا نام دیا جاتا ہے، وہ یہی ہے کہ جب اللہ رب العزت کی طرف سے کوئی حکم آجائے تو ہم اپنی عقل کے گھوڑے دوڑانے کی بجائے اللہ کے حکم کی پیروی کریں، اس کے حکم کے سامنے اپنا سر تسلیم خم کریں۔ اَللّٰهُمَّ وَفَّقْنَا لِمَا نُحِبُّ وَتَرَضَىٰ



محمد فیصل حمید

شعبہ تصنیف، جامعہ دارالتقویٰ، لاہور

## مابوس نہ ہوں

کچھ عرصے سے ملک میں بیماری کی فضا عام ہے، ہر گھر میں کئی کئی افراد بیمار ہیں یا بیمار رہنے کے بعد اب صحت یاب ہو رہے ہیں، عمومی طور پر شدید بخار، جسم میں درد، گلہ خراب، کھانسی، نزلہ اور سانس کی تکالیف کی شکایات سامنے آرہی ہیں، کچھ لوگ ان کے علاوہ دیگر بیماریوں کا شکار ہوئے ہیں، بوڑھے اور عمر رسیدہ حضرات خاص طور پر کسی نہ کسی بیماری کا شکار نظر آتے ہیں، تاہم ایک بات ان سب میں مشترک یہ دیکھنے میں آرہی ہے کہ جو شخص جس بھی بیماری میں مبتلا ہوتا ہے وہ اس بیماری کی تکلیف بہت شدید محسوس کرتا ہے۔

حکومت، نجی ٹی وی چینلز اور میڈیا پر اس صورت حال کو ”کورونا وائرس“ کا نام دیا جا رہا ہے، اور واقعہ بھی یہ ہے کہ ”کورونا وائرس“ کی وبائی دنیا بھر میں تباہی مچا رکھی ہے، لیکن گذشتہ چند ماہ میں ”کورونا وائرس“ کے حوالے سے میڈیا اور سوشل میڈیا پر اس قدر متضاد خبریں دیکھنے اور سننے میں آئی ہیں کہ عوام کا اعتبار میڈیا سے اٹھ چکا ہے اور بعض اداروں کی کارکردگی پر سوالیہ نشان لگ چکا ہے۔

دوسری طرف ”کورونا وائرس“ کے نام پر ہسپتالوں میں غلط رپورٹنگ کا نہ ختم ہونے والا سلسلہ جاری ہے، دیگر بیماریوں میں مبتلا لوگوں کو بھی ”کورونا“ کی فہرست میں ڈال دیا جاتا ہے، لوگ اپنے مریضوں کو ہسپتال لے جاتے ہوئے ڈرتے ہیں اور ضرورت کے موقع پر بھی ”کورونا“ ٹیسٹ کرواتے ہوئے ہچکچاتے ہیں، جو شخص ہسپتال میں فوت ہو جاتا ہے لواحقین کے لیے اس کی میت کا حصول ایک مستقل مسئلہ بن جاتا ہے، بعض اوقات ہسپتال کے عملے کی طرف سے بھاری نقدی کے مطالبات بھی سامنے آتے ہیں، نامعلوم اس کے پیچھے کونسے عناصر عمل پیرا ہیں اور ان کا کیا ایجنڈا

ہے؟ چونکہ اس قسم کی صورت حال کو حکومت کی کارکردگی اور گورننس کے ساتھ جوڑا جاتا ہے، اس لیے عوام میں موجودہ حکومت کے بارے میں بدگمانی پیدا ہوتی جا رہی ہے، لہذا حکومت کو چاہیے کہ ان عناصر پر کڑی نظر رکھے اور انہیں قرار واقعی سزا دے۔

یہ ایک اٹل حقیقت ہے کہ انسانوں پر آنے والی بیشتر مشکلات انسانوں کے اپنے ہی اعمال کا ثمرہ ہوتی ہیں، جیسا کہ اللہ جل شانہ کا ارشاد ہے:

{وما اصابکم من مصیبة فبا کسبت ایدیکم ویعفوا عن کثیر} (سورہ شوری: ۳۰)

ترجمہ: ”اور تمہیں جو کوئی مصیبت پہنچتی ہے وہ تمہارے اپنے ہاتھوں کے کیے ہوئے کاموں کی وجہ سے پہنچتی ہے، اور بہت سے کاموں سے تو وہ درگزر ہی کر دیتا ہے۔“  
اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے:

”پانچ چیزیں پانچ چیزوں کا بدل ہیں: (۱) جب کوئی قوم وعدہ خلافی کی روش اپنالے تو ان پر ان کے دشمنوں کو مسلط کر دیا جاتا ہے (۲) اور جب وہ اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ احکام کے خلاف فیصلے کرنے لگیں تو ان میں فقر و فاقہ اور تنگدستی عام ہو جاتی ہے (۳) جب ان میں بے حیائی اور فحاشی پھیل جائے تو اموات کی کثرت ہو جاتی ہے (اور ایک روایت میں ہے کہ جب بے حیائی عام ہو جائے تو ایسی بیماریاں پیدا ہو جاتی ہیں جن کا وجود بھی پہلے لوگوں میں نہ تھا)۔ (۴) جب وہ ناپ تول میں کمی کرنے لگیں تو ان کی پیداوار روک لی جاتی ہے، اور انہیں قحط میں مبتلا کر دیا جاتا ہے۔ (۵) جب وہ زکوٰۃ دینا چھوڑ دیں تو ان سے بارشیں روک لی جاتی ہیں۔ (معجم کبیر طبرانی، رقم الحدیث: ۱۰۹۹۲)

سوچنے کی بات یہ ہے کہ ان میں سے کونسی برائی ہے جو اس وقت ہمارے معاشرے میں نہیں پائی جاتی اور دشمنوں کے تسلط، افلاس و غربت، اموات کی کثرت، نئے نئے امراض، قحط اور بے وقت بارشوں کا ہونا وغیرہ کونسی مصیبت ہے جس کا ہم اس وقت شکار نہیں ہیں۔

اللہ رب العزت کا ضابطہ ہے کہ انسان جب راہ ہدایت سے ہٹتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس پر مشکلات بھیج کر اسے رجوع الی اللہ اور توبہ و استغفار کی طرف متوجہ کرتے ہیں، چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

{ظہر الفساد فی البر و البحر بما کسبت ایدی الناس لیذیقہم بعض الذی عملوا

لعلہم یرجعون} (سورہ روم: ۴۱)

ترجمہ: ”لوگوں نے اپنے ہاتھوں جو کمائی کی اس کی وجہ سے خشکی اور تری میں فساد پھیلایا، تاکہ انہوں نے جو کام کیے ہیں، اللہ ان میں سے کچھ کا مزہ انہیں چکھائے، شاید وہ باز آجائیں۔“

یعنی یہ حالات اور مشکلات اس وجہ سے آئے ہیں کہ ہم اپنی اصلاح کر لیں، بُرے اعمال سے توبہ کریں اور آئندہ آنے والی زندگی اسلامی تعلیمات کی روشنی میں گزاریں، نیز دین اسلام کا یہ اعجاز ہے کہ اس نے کسی بھی حال میں مسلمان کو تنہا نہیں چھوڑا بلکہ، خوشی غمی، صحت بیماری، جنگ و امن غرض زندگی کے ہر موڑ پر ہمیں اپنی روشن تعلیمات فراہم کی ہیں جو انسان کا ہاتھ پکڑ کر چلاتی ہیں اور مایوسی کے گڑھے میں گرنے سے بچاتی ہیں، حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے کہ: ”اللہ تعالیٰ نے کوئی بیماری نہیں اتاری مگر یہ کہ اس کی شفا (یعنی دوا) بھی اتاری ہے۔“ (صحیح بخاری) ایک حدیث میں ہے کہ: ”آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”بلاشبہ ہر بیماری کی (کوئی نہ کوئی) دوا ضرور ہوتی ہے، سو جب کسی بیماری کی (اصل) دوا بیماری کو مل جاتی ہے (یعنی مریض کو دے دی جاتی ہے) تو وہ اللہ کے حکم سے صحت یاب ہو جاتا ہے۔ (صحیح مسلم) نیز احادیث مبارکہ میں جا بجا تلاوت قرآن اور شہد کے استعمال کو شفا بتایا گیا ہے۔

بیماری کے زمانے میں ایک نیکی جس کا موقع عام حالات میں کم میسر آتا ہے وہ ہے مریض کی بیمار پرسی، عیادت، اس کے لیے صحت کی دعا کرنا اور اسے صحت یابی کی امید دلانا۔

حضور سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے کہ:

”جو شخص کسی مریض کی عیادت کے لیے جاتا ہے تو گویا وہ جنت کے باغات میں چلتا ہے، جب وہ مریض کے پاس بیٹھتا ہے تو اللہ کی رحمت میں ڈوب جاتا ہے اور جب وہاں سے لوٹتا ہے تو ستر ہزار نشتے مقرر کر دیے جاتے ہیں جو سارا دن اس کے لیے مغفرت کی دعا کرتے رہتے ہیں۔ (مسند احمد) حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت شریفہ تھی کہ جب کسی کی بیمار پرسی کے لیے جاتے تو اسے یہ دعا دیتے ”لَا بُأْسَ ظَهْرُؤُ لَنْ شَاءَ اللهُ“ (یعنی پریشانی کی بات نہیں یہ بیماری انشاء اللہ گناہوں کو دھونے کا باعث بنے گی)۔ (صحیح بخاری) اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک ارشاد کا مفہوم ہے: جو شخص کسی بیمار کی عیادت کے لیے جائے پھر اس کے پاس سات مرتبہ یہ دعا پڑھے:

”أَسْأَلُ اللهَ الْعَظِيمَ رَبَّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ أَنْ يَشْفِيكَ“

اگر اس بیماری میں اُس کا مرنا مقدر نہ ہو چکا ہو تو اللہ تعالیٰ اس دعا کی برکت سے اسے شفا عطا فرمادیتے

ہیں۔ (سنن ابی داؤد)

میڈیا کے اس دور میں یہ روش چل پڑی ہے کہ کسی بھی وبا، مصیبت اور پریشانی کو اتنا بڑھا چڑھا کر بیان کیا جاتا ہے کہ عام لوگوں میں مایوسی پیدا ہو جاتی ہے، جب کہ دیکھئے حضور سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم اس بارے میں کیا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جب تم کسی بیمار کے پاس جاؤ تو اسے لمبی عمر اور صحت یابی کی امید دلاؤ، اس میں شک نہیں کہ تمہاری بات تقدیر میں لکھے کو نہیں ٹال سکتی، لیکن (اتنی بات ضرور ہے کہ) اس سے بیمار کو سکون ملتا ہے۔“ (سنن الترمذی)

لہذا مصیبت اور پریشانی کے اس وقت میں ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم اپنی اصلاح کی طرف توجہ دیں، تاکہ یہ مصائب ہم سے دور ہوں، بیماری اور عمومی وبا کے زمانے میں دین اسلام کی درخشندہ تعلیمات پر عمل پیرا ہو کر ہم مصیبت کے اس وقت کو بھی عبادت بنا سکتے ہیں، جس سے مایوسی کے بادل چھٹیں گے اور امید، اطمینان اور سکون کی فضا قائم ہوگی۔



**بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ**

جامع المعقول والمعتول مولانا سعید احمد پانیپوری، عظیم مذہبی اسکالر ڈاکٹر علامہ خالد محمود صاحب پی ایچ ڈی لندن  
شیخ الحدیث مفتی محمد نعیم (مہتمم جامعہ بنوریہ کراچی)، شفیق الامہ حضرت شیخ مولانا عزیز الرحمن ہزاروی  
یادگار اسلاف حافظ صغیر احمد (خلیفہ مجاز حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا)، سابق امیر جماعت اسلامی سید منور حسین

**جامعہ دارالتقویٰ کی انتظامیہ اور اساتذہ کرام، ان بزرگان کرام کے سانچہ ارتحال پر انتہائی دکھ کا اظہار کرتے ہیں اور غم کی اس گھڑی میں ان کے لواحقین اور عقیدت مند ان کے غم میں برابر کے شریک ہیں۔**

اللہ تعالیٰ مرحومین کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام نصیب فرمائے آمین

**اہل شوریٰ جامعہ دارالتقویٰ لاہور**  
متصل جامع مسجد اہلسال  
نیو چوہدری پارک لاہور

## شیخ الحدیث مولانا مفتی سعید احمد پالن پوری

قحط الرجال کے اس دور اور موجودہ حالات میں ایک عظیم علمی و دینی نقصان دارالعلوم دیوبند کے شیخ الحدیث و صدر المدرسین، کئی نسلوں کے معلم و مربی، استاذ الاساتذہ مولانا مفتی سعید احمد پالن پوری رحمۃ اللہ علیہ سے متعلق وہ خبر ہے، جس میں آپ نے داعی اجل کو لبیک کہا اور ہم سے ہمیشہ کے لئے جدا ہو گئے، بلاشبہ، وہ اس وقت اہل علم اور دینی طبقے کا عظیم سرمایہ اور گراں بہا اثاثہ تھے۔ مولانا مفتی سعید احمد پالن پوری اسلاف کی یادگار تھے، ان کی وفات کی خبر سن کر دل مغموم ہوا، آنکھیں نم ہیں، ذہن پر رنج و غم کے بادل منڈلا رہے ہیں۔

ولادت و تعلیم: شیخ الحدیث مولانا مفتی سعید احمد پالن پوری کی ولادت 1362ھ بمطابق 1942ء کو شمالی گجرات کے علاقے پالن پور میں ہوئی۔ ابتدائی تعلیم اپنے وطن گجرات میں حاصل کی، پھر دارالعلوم چھاپانی اور مولانا نذیر احمد پالن پوری کے مدرسے میں تعلیم حاصل کی، 1377ھ میں مظاہر العلوم سہارنپور میں داخلہ لیا، جہاں نحو، منطق اور فلسفہ کی بیشتر کتابیں پڑھیں۔ بعد ازاں 1380ھ بمطابق 1960ء میں دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیا اور حدیث، تفسیر اور فقہ کے علاوہ دیگر فنون کی کتابیں پڑھیں۔ 1962ء میں دورہ حدیث کی تکمیل امتیازی حیثیت میں کی۔ بعد ازاں دارالعلوم ہی میں شعبہ افتاء میں داخلہ لیا اور فتاویٰ نویسی کی تربیت حاصل کی۔

درس و تدریس: 1963ء میں دارالعلوم اشرفیہ میں درجہ عالیہ کے مدرس مقرر ہوئے اور تقریباً دس سال

اپنے مخصوص دل موہ لینے والے انداز میں تدریسی فرائض بحسن و خوبی انجام دیئے، 1973ء میں دارالعلوم دیوبند میں مسند درس و تدریس کے لیے آپ کا انتخاب عمل میں آیا اور 2020ء تک تقریباً نصف صدی پر محیط تدریسی خدمات انجام دیتے رہے۔ سنن ترمذی، صحیح بخاری کی تدریس بڑے دل نشین انداز میں فرماتے، آپ کے درس کے وقت کمرہ جماعت میں طلباء کی بڑی تعداد شریک ہوتی۔ ان کے علاوہ دیگر حضرات بھی استفادہ کی غرض سے جوق در جوق حاضر ہوتے۔ جب حدیث پڑھی جاتی اور شیخ الحدیث مولانا مفتی سعید احمد پالن پورئی کی تقریر شروع ہوتی تو ایک عجیب سماں بندھ جاتا، طلباء پر ایک سحر کی کیفیت طاری ہو جاتی، آپ کی تقریر دلکش، سحر انگیز اور اتنی دل نشین ہوتی کہ ہر طالب علم سراپا سماعت بن جاتا اور مکمل ذہنی و فکری حاضری کے ساتھ درس گاہ میں موجود ہوتا، آپ کے اسلوب کلام اور انداز بیان میں ایک مقناطیسیت تھی جو طلباء کو اپنی طرف متوجہ کر لیتی۔ حضرت کے درس کی خوبی یہ تھی کہ آپ اپنا ارتکاز موضوع پر رکھتے اور اس کی تفہیم میں تمام متعلقہ دلائل و براہین کو اس خوبصورتی اور منطقی ترتیب سے بیان فرماتے کہ سننے والا عیش و عشرت کر اٹھتا۔ کم و بیش 35 سال آپ نے سنن ترمذی شریف اور 2009ء سے تاحیات صحیح بخاری شریف کا درس دیا، شیخ الحدیث مولانا مفتی سعید احمد پالن پورئی کے متعلق اگر یہ کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا کہ آپ پڑھاتے نہیں تھے، بلکہ تعلیم کے ساتھ ساتھ دل نشین انداز میں تربیت کرتے تھے۔ طلباء اور سامعین کے حواس پر چھا جاتے، ایسا لگتا کہ منہ سے موتی جھڑ رہے ہوں۔ ان کی نگاہ دل نواز اور ادا و نرفریب تھی۔

مولانا پالن پورئی کی شخصیت میں بھی مخصوص نوع کی وجاہت تھی، جو ایک محدث کے شایان شان ہوتی ہے، اگرچہ سادگی کے پیکر تھے، مگر ان میں کشش ایسی تھی کہ دل و نگاہ کو اپنا اسیر بنا لیتے، قدرت نے آپ کو انتہائی ذہانت سے نوازا تھا۔ آپ کا دماغ گویا ایک وسیع و عریض کتب خانہ تھا جس میں مختلف علوم و فنون پر ہزاروں کتابیں ہر وقت موجود و مستحضر رہتیں۔

تصانیف: اللہ تعالیٰ نے شیخ الحدیث مولانا مفتی سعید احمد پالن پورئی کو تصنیف و تالیف کا خصوصی ملکہ ودیعت فرمایا تھا۔ اسی لیے آپ کی کتابوں اور شروحات نے برصغیر پاک و ہند میں یکساں اور خوب خوب مقبولیت حاصل کی۔

مفتی صاحب کی تصانیف جو شائع ہو کر مشرق و مغرب میں پھیل چکی ہیں، ان کا تعارف درج ذیل ہے:

(۱) تفسیر ہدایت القرآن: یہ مقبول عام و خاص تفسیر ہے، پارہ ۳۰ اور ایک تا ۹ حضرت مولانا محمد عثمان

کاشف الہاشمی صاحب رحمہ اللہ کے لکھے ہوئے ہیں، بقیہ کام مفتی صاحب نے کیا ہے اور مکمل تفسیر شائع ہو چکی ہے۔

(۲) الفوز الکبیر کی تعریب جدید: یہ سابقہ تعریب کی تہذیب ہے، دارالعلوم دیوبند اور دیگر مدارس عربیہ کے نصاب درس میں داخل ہے۔

(۳) العون الکبیر: یہ الفوز الکبیر کی عربی شرح ہے، پہلے قدیم تعریب کے مطابق تھی، اب جدید تعریب کے مطابق کر دی گئی ہے۔

(۴) فیض المنعم: یہ مقدمہ مسلم شریف کی معیاری اردو شرح ہے، جو ترکیب، حل لغات اور فن حدیث کی ضروری بخشوں پر مشتمل ہے۔

(۵) تحفہ الدرر: یہ نخبۃ الفکر کی بہترین اردو شرح ہے، کتب حدیث پڑھنے والوں، خصوصاً مشکوٰۃ شریف پڑھنے والوں کے لئے نہایت قیمتی سوغات ہے۔

(۶) مبادی الفلسفہ: اس میں فلسفہ کی تمام اصطلاحات کی عربی زبان میں مختصر اور عمدہ وضاحت کی گئی ہے، دارالعلوم دیوبند، اور دیگر مدارس عربیہ کے نصاب درس میں داخل ہے۔

(۷) معین الفلسفہ: یہ مبادی الفلسفہ کی بہترین اردو شرح ہے، اور حکمت و فلسفہ کے پیچیدہ مسائل کی عمدہ وضاحت پر مشتمل معلومات افزا کتاب ہے۔

(۸) مقاح التہذیب: یہ علامہ تفتازانی کی ”تہذیب المنطق“ کی ایسی عمدہ شرح ہے، کہ اس سے ”شرح تہذیب“ جو مدارس عربیہ کے نصاب درس میں داخل ہے، خوب حل ہو جاتی ہے۔

(۹) آسان منطق: یہ تیسیر المنطق کی تہذیب ہے، دارالعلوم دیوبند اور بہت سے مدارس میں ”تیسیر المنطق“ کی جگہ پڑھائی جاتی ہے۔

(۱۰) آسان نحو (دو حصے): نحو کی ابتدائی عربی کتابوں میں تدریج کا لحاظ نہیں رکھا گیا، یہ کتاب اسی ضرورت کو سامنے رکھ کر لکھی گئی ہے، یہ دو حصے پڑھا کر علم نحو کی کوئی بھی عربی کتاب شروع کرائی جاسکتی ہے۔

(۱۱) آسان صرف (تین حصے): علم صرف کی جو کتابیں اردو میں لکھی گئی ہیں، ان میں عام طور پر تدریج کا لحاظ نہیں رکھا گیا ہے، جبکہ یہ بات نہایت ضروری ہے، یہ نصاب اسی ضرورت کو سامنے رکھ کر مرتب

کیا گیا ہے، یہ نصاب نہایت مفید اور بہت سے مدارس میں داخل درس ہے۔

(۱۲) محفوظات (تین حصے): یہ آیات و احادیث کا مجموعہ ہے، جو طلبہ کے حفظ کے لئے مرتب کیا گیا

ہے، بہت سے مدارس و مکاتب میں داخل نصاب ہے۔

(۱۳) آپ فتویٰ کیسے دیں؟: یہ علامہ محمد امین بن عابدین شامی کی شہرہ آفاق کتاب ”شرح عقود رسم

المفتی“ کی نہایت عمدہ شرح ہے۔

(۱۴) کیا مقتدی پر فاتحہ واجب ہے؟: یہ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی قدس سرہ کی کتاب

”توثیق الکلام“ کی نہایت آسان فہم شرح ہے۔

(۱۵) حیات امام ابو داؤد: اس میں امام ابو داؤد سجستانی کی مکمل سوانح، سنن ابی داؤد کا تفصیلی تعارف،

اور اس کی تمام شروحات و متعلقات کا مفصل جائزہ، سلیس اور دلنشین انداز میں پیش کیا گیا ہے۔

(۱۶) مشاہیر محدثین و فقہائے کرام اور تذکرہ راویان کتب حدیث: اس میں خلفاء راشدین، عشرہ

مبشرہ، ازواج مطہرات، بنات طیبات، مدینہ کے فقہائے سبعہ، مجتہدین امت، محدثین کرام، راویان کتب

حدیث، شارحین حدیث، فقہائے ملت، مفسرین عظام، متکلمین اسلام اور مشہور شخصیات کا مختصر جامع تذکرہ ہے۔

(۱۷) حیات امام طحاوی: اس میں امام ابو جعفر طحاوی کے مفصل حالات زندگی، ناقدین پر رد،

تصانیف کا تذکرہ، زبدۃ الطحاوی کی توضح اور شرح معانی الآثار کا تعارف ہے۔

(۱۸) اسلام تغیر پذیر دنیا میں: یہ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ اور جامعہ ملیہ دہلی کے سمیناروں میں پڑھے

گئے چار قیمتی مقالوں کا مجموعہ ہے۔

(۱۹) نبوت نے انسانیت کو کیا دیا؟: یہ مقالہ جامعہ ملیہ دہلی کے ایک جلسہ میں پیش کیا گیا تھا، پہلے وہ

علیحدہ شائع ہوا تھا، اب اس کو ”اسلام تغیر پذیر دنیا میں“ کے ساتھ شامل کر دیا گیا ہے۔

(۲۰) داڑھی اور انبیاء کی سنیتیں: ناخن تراشنے، حجامت بنوانے، مسواک کرنے، کلی اور ناک صاف

کرنے، جسم کے جوڑوں کو دھونے، ختنہ کرنے، پانی سے استنجاء کرنے، بالوں میں مانگ نکالنے، مونچھیں

تراشنے، اور داڑھی رکھنے کے متعلق، واضح احکامات، مسائل، دلائل اور فضائل کا مجموعہ ہے، داڑھی پر ہونے

والے اعتراضوں کے جوابات بھی اس کتاب میں شامل ہیں۔

(۲۱) حرمت مصاہرت: اس میں سسرالی اور دامادی رشتوں کے مفصل احکام، اور ناجائز انشعاع کا

مدلل حکم بیان کیا گیا ہے۔

(۲۲) تسہیل ادلہ کاملہ: یہ حضرت شیخ الہند کی مایہ ناز کتاب ”ادلہ کاملہ“ کی نہایت عمدہ شرح ہے، اس میں غیر مقلدین کے چھیڑے ہوئے دس مشہور مسائل کی مکمل تفصیل ہے۔

(۲۳) حواشی و عنایین ایضاح الادلۃ: ایضاح الادلۃ حضرت شیخ الہند کی شہرہ آفاق کتاب ہے، اس پر مفتی صاحب نے نہایت مفید حواشی ارقام فرمائے ہیں، اور ذیلی عنایین بڑھائے ہیں۔

(۲۴) حواشی امداد الفتاویٰ: مفتی صاحب نے قیام راندر کے زمانے میں یہ حواشی لکھنے شروع کئے تھے، یہ حواشی بھی اہل علم میں وقعت کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہیں۔

(۲۵) افادات نانوتوی: یہ مفتی صاحب کا ایک نہایت قیمتی مضمون ہے، جس کو دارالعلوم اشرفیہ راندر کی تدریس کے زمانہ میں ارقام فرمایا تھا، اور اسی زمانہ میں الفرقان لکھنؤ میں قسط وار شائع ہوا تھا۔

(۲۶) افادات رشیدیہ: یہ مفتی صاحب کا دوسرا نہایت مفید مضمون ہے، جس کو دارالعلوم دیوبند کی تدریس کے آغاز میں ارقام فرمایا تھا، اور اسی وقت رسالہ دارالعلوم دیوبند میں قسط وار شائع ہوا تھا۔

(۲۷) رحمۃ اللہ الواسعۃ: یہ حجۃ اللہ البالغہ کی مبسوط اردو شرح ہے، حجۃ اللہ البالغہ کی تشریح ایک بھاری قرضہ تھا، جو ڈھائی سو سال سے امت کے ذمہ باقی چلا آ رہا تھا۔

(۲۸) تہذیب المغنی: المغنی علامہ محمد طاہر پٹنی قدس سرہ کی اسماء رجال پر بہترین کتاب ہے، موصوف نے اس کی عربی میں شرح لکھی ہے۔

(۲۹) زبدۃ الطحاوی: یہ امام طحاوی کی شہرہ آفاق کتاب ”شرح معانی الآثار“ کی عربی تلخیص ہے۔

(۳۰) کامل برہان الہی: رحمۃ اللہ الواسعہ میں مفتی صاحب نے عنوان قائم کر کے، جو حجۃ اللہ البالغہ کی آسان شرح کی ہے، اس کو علیحدہ کر لیا ہے، اور ہلکی چار جلدوں میں مذکورہ نام سے، یہ نئی کتاب تیار کی ہے۔

(۳۱) حجۃ اللہ البالغہ عربی: (دو حصے) حضرت مفتی صاحب نے حجۃ اللہ البالغہ پر عربی حاشیہ تحریر فرمایا ہے، جو دو جلدوں میں طبع ہو گیا ہے، عربی خواں حضرات حاشیہ کی مدد سے کتاب حل کر سکتے ہیں۔

(۳۲) ہادیہ شرح کافیہ: کافیہ: علم نحو کا مشہور و مقبول متن مثنیٰ ہے، اس کی عبارت سلیس اور آسان ہے، مگر اس آسان کتاب کو، طریقہ تدریس نے مشکل بنا دیا ہے۔ حضرت مفتی صاحب نے اس پر یہ کام کیا ہے، کہ کافیہ کو مفصل و مرقم کیا ہے، اس کے ہر مسئلہ، اور ہر قاعدہ کو علیحدہ کیا ہے، پھر اس کی نہایت آسان شرح

لکھی ہے، اور شروع میں کافیہ پڑھانے کا طریقہ بیان کیا ہے۔

(۳۳) وافیہ شرح کافیہ: یہ کافیہ کی عربی شرح ہے، اس میں وہی مفصل و مرقم متن ہے، اور حاشیہ میں عربی شرح لکھی گئی ہے، تاکہ طلبہ درس میں اس کو سامنے رکھ کر پڑھ سکیں۔

(۳۴) تحفۃ الأئمة شرح سنن الترمذی: یہ حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالن پوری کے دروس ترمذی کا مجموعہ ہے، آٹھ جلدوں میں طبع ہو چکا ہے، جو ترمذی شریف جلد ثانی مع شامل ترمذی پر مشتمل ہے، (۳۵) تحفۃ القاری شرح صحیح البخاری: یہ دارالعلوم دیوبند میں دیئے گئے بخاری شریف کے دروس کا مجموعہ ہے، جو بارہ جلدوں پر مشتمل ہے،

(۳۶) علمی خطبات: یہ مفتی صاحب کے علمی و تحقیقی خطبات کا مجموعہ ہے، جو دو حصوں پر مشتمل ہے، اساتذہ، طلبہ، اور عوام کے لئے قیمتی سوغات ہے، ان خطبات میں نہایت قیمتی باتیں بیان کی گئی ہیں۔

(۳۷) مفتاح العوائل شرح شرح مآة عامل: یہ حضرت مولانا فخر الدین احمد صاحب قدس سرہ سابق شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند کی تصنیف ہے، حضرت مفتی صاحب نے اس پر کام کیا ہے۔

(۳۸) گنجینہ صرف شرح پنج گنج: یہ کتاب بھی حضرت مولانا فخر الدین احمد صاحب قدس سرہ کی تصنیف ہے، حضرت مفتی صاحب نے اس کی بھی قابل قدر خدمت کی ہے۔

(۳۹) ارشاد الفہوم شرح سلم العلوم: منطق کی کتابوں میں سلم انتہائی دقیق کتاب مانی جاتی ہے، اور کچھ طریقہ تدریس نے بھی اس کتاب کو مشکل بنا دیا ہے، یہ کتاب سلم کی ایسی شرح ہے، کہ مشکل سے مشکل مقامات بھی سہل انداز سے حل ہو جاتے ہیں۔

(۴۰) دین کی بنیادیں اور تقلید کی ضرورت: یہ کتاب چند تقریروں کا مجموعہ ہے، جس میں دین اسلام کی بنیادوں اور تقلید کی ضرورت کو عام فہم انداز میں بیان کیا گیا ہے۔

(۴۱) فقہ حنفی اقرب الی النصوص ہے: غیر مقلدین کہتے ہیں، کہ فقہ حنفی کی بنیاد قیاس پر ہے، اس کتابچے میں غیر مقلدین کے اس پروپیگنڈہ کا جواب دیا گیا ہے، اور بتایا گیا ہے، کہ فقہ حنفی کی بنیاد نصوص پر ہے۔

(۴۲) آسان فارسی قواعد: اس کتاب کے دو حصے ہیں، بہت سے مدارس میں تیسیر المبتدی کی جگہ یہ کتاب داخل نصاب ہے۔

(۴۳) مبادی الاصول: یہ عربی کتاب اصول فقہ میں ہے، بہت سے مدارس میں اصول الشاشی سے پہلے یہ کتاب پڑھائی جاتی ہے، اور داخل نصاب ہے۔

(۴۴) معین الاصول: یہ مبادی الاصول کی آسان اردو شرح ہے، اصول الشاشی، نور الانوار اور حسامی کے طلبہ کے لئے نہایت مفید کتاب ہے۔

(۴۵) شرح علل الترمذی: یہ ترمذی شریف کی کتاب العلل کی عربی شرح ہے، اس میں نہایت آسان زبان میں کتاب العلل کو سمجھا گیا ہے۔

(۴۶) مسلم پرسنل لا اور فقہ مطلقہ: یہ کتابچہ دفتر اہتمام دارالعلوم دیوبند سے شائع کیا گیا تھا، اس میں مسلم پرسنل لا کی اہمیت، اور فقہ مطلقہ کے سلسلہ میں عدالت عالیہ کی طرف سے صادر ہونے والے فیصلے پر علمی اور فقہی انداز میں نقد کیا گیا ہے، اور فقہ مطلقہ پر ہونے والے اعتراضات کے مسکت جوابات دیئے گئے ہیں۔

یہ بلند پایہ محث جن کو اللہ کے نور نے ہمیشہ متحرک رکھا۔ آج کے دور میں ان کی قیادت و سیادت کی اشد ضرورت تھی 25، رمضان المبارک 1441ھ بمطابق 19 مئی 2020 کو آپ اس دنیائے فانی سے رحلت فرما گئے۔ ان کے پیروکاروں کے لئے ان کی سیرت، ان کا اخلاق، ان کی نشست و برخاست اور طرز زندگی ایک روشن نمونہ ہے۔ آپ کے اندر دینی حمیت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی اور آپ کے قول و فعل میں کوئی تضاد ڈھونڈنے سے بھی نہیں ملتا تھا۔ آپ دنیا کے لئے ایک کھلی ہوئی کتاب اور اپنے اسلاف کی زندگی کا عملی نمونہ تھے، اللہ تعالیٰ نے اس عظیم محث کو اپنی خلق میں بے پناہ مقبولیت سے نوازا کہ ہر چھوٹا بڑا ان سے تعلق پر فخر کرتا اور ہر ایک ان سے تعلق قائم رکھنے کی دلی خواہش رکھتا تھا۔

مولانا سعید احمد پالن پوری ایک قابل رشک زندگی گزار کر دنیا سے رخصت ہوئے، جو ہم سب کے لیے قابل تقلید اور عملی نمونے کی زندہ دعوت ہے۔ آخر میں ہم اللہ تعالیٰ کی عظیم بارگاہ میں دست بہ دعا ہیں کہ رحمت الہی انہیں اپنی پناہ میں لے لے، ان کی تمام مساعی جمیلہ کو قبول فرمائے اور ان کے اہل و عیال، اصحاب، طلبائے کرام اور پیروکاروں کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ انہیں اس درجے پر فائز فرمائے جس کی وہ ہمیشہ تعلیم دیتے رہے اور یہ وہ لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے اپنا انعام فرمایا۔

آسمان تیری لحد پر شبنم افشانی کرے  
سبزہ نورستہ اس گھر کی نگہبانی کرے



## علامہ ڈاکٹر خالد محمودؒ - ایک عبقری علمی شخصیت

مفکر اسلام حضرت علامہ ڈاکٹر خالد محمودؒ کی وفات کی خبر نے نہ صرف ان کے تلامذہ اور معتقدین بلکہ ان کی علمی جدوجہد اور اثاثہ سے باخبر عامۃ المسلمین کو بھی غم و اندوہ کے ایسے اندھیرے سے دوچار کر دیا ہے جس میں دور دور تک روشنی کی کوئی کرن دکھائی نہیں دے رہی، انا للہ وانا الیہ راجعون۔ علامہ صاحبؒ کی علالت کی خبریں چند دنوں سے آرہی تھیں اور بستر سے اٹھتے ہوئے گر کر زخمی ہونے کی خبر نے پریشانی میں اضافہ کر رکھا تھا۔ مگر موت نے اپنے وقت پر آنا تھا، وہ آئی اور علامہ صاحبؒ ہزاروں بلکہ لاکھوں عقیدت مندوں کو سوگوار چھوڑتے ہوئے اپنے رب کے حضور پیش ہو گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی حسنات قبول فرمائیں، سینات سے درگزر فرمائیں، جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام سے نوازیں اور تمام متعلقین، پسماندگان اور سوگواروں کو صبر جمیل کی توفیق عطا فرمائیں، آمین یا رب العالمین۔

میرا ان کے ساتھ تعلق طالب علمی کے دور سے چلا آ رہا تھا جب وہ مختلف تعلیمی و دینی نشستوں کے لیے گوجرانوالہ بالخصوص جامعہ نصرۃ العلوم میں وقتاً فوقتاً تشریف لایا کرتے تھے اور ہمیں ان کے علمی نکات اور حاضر جوابی سے مستفید ہونے کا موقع ملتا رہتا تھا۔ یہ سلسلہ آخر تک جاری رہا اور ابھی رمضان المبارک سے قبل امامیہ کالونی لاہور میں حضرت علامہ صاحبؒ کے قائم کردہ جامعہ ملیہ کی سالانہ تقریب میں شرکت کے

موقع پر ان کی مجلس اور گفتگو سے شاد کام ہونے کا موقع ملا۔

علامہ صاحبؒ نے نفاذ شریعت اور تحفظ ختم نبوت کے ساتھ ساتھ حضرات صحابہ کرامؓ کے ناموس اور عقائد اہل سنت کے تحفظ و دفاع میں بھرپور اور متحرک زندگی گزاری ہے اور عمر بھر ان دائروں میں مسلسل سرگرم عمل رہے ہیں۔ ۱۹۵۶ء کے دستور کے نفاذ کے موقع پر جمعیت علماء اسلام کو پاکستان کے دستور کے حوالے سے کچھ تحفظات تھے جن کے اظہار کے لیے مولانا مفتی محمودؒ، علامہ نمٹس الحق افغانیؒ، شیخ حسام الدینؒ اور علامہ خالد محمودؒ پر مشتمل ایک کمیٹی قائم کی گئی تھی جس نے ”تفہیمات و ترمیم“ کے عنوان سے رپورٹ مرتب کر کے شائع کی، وہ میری معلومات کے مطابق جماعتی زندگی کے حوالہ سے حضرت علامہ صاحبؒ کا پہلا تعارف تھا جو تاریخ کے ریکارڈ میں محفوظ ہے۔

عقائد اہل سنت اور ناموس صحابہ کرامؓ و اہل بیت عظامؓ کے تحفظ و دفاع میں سردار احمد خان پتانیؒ، علامہ عبدالستار تونسویؒ، علامہ قائم الدین عباسیؒ، مولانا عبدالحی جام پوریؒ، علامہ دوست محمد قریشیؒ، مولانا سید نور الحسن شاہ بخاریؒ اور دیگر سرکردہ علماء کرام پر مشتمل جس گروہ نے ”تنظیم اہل سنت“ کے عنوان سے ملک کے طول و عرض بالخصوص جنوبی پنجاب میں صبر آزما جدوجہد کی وہ ہماری دینی تاریخ کا ایک روشن باب ہے۔ حضرت علامہ خالد محمودؒ نہ صرف اس گروہ کے رکن رکین تھے بلکہ علمی ترجمان بھی تھے جن کی نکتہ رسی اور حاضر جوابی نے علمی مباحث کا میدان ایک عرصہ تک گرم رکھا اور بے شمار لوگوں کی علمی و فکری تسکین اور اعتقادی پختگی کا ذریعہ ثابت ہوئے۔ وہ تنظیم اہل سنت کے جریدہ ”دعوت“ کے مدیر تھے اور ان کے سوالات و جوابات کا سلسلہ اس علمی و فکری جدوجہد کا قیمتی اثاثہ ہے جن کا بہت سا حصہ ”عقائد“ کے نام سے مرتب ہو کر علماء و طلبہ کے استفادہ کا باعث ہے۔

قادیانیت کے محاذ پر وہ حضرت مولانا محمد حیاتؒ اور حضرت مولانا لال حسینؒ کے ساتھ صف اول کے کامیاب مناظر شمار ہوتے تھے جنہوں نے مسلمانوں کے مسلمہ اجماعی عقائد کے بارے میں قادیانی دجل و فریب کے تار و پود کو ہر دائرے میں اور ہر سطح پر بکھیر کر رکھ دیا۔ انہوں نے حضرت مولانا منظور احمد چنیوٹیؒ اور حضرت مولانا عبدالحفیظ کلّیؒ کے ساتھ مل کر عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کے لیے عالمی سطح پر جو محاذ قائم کیا وہ ان کا صدقہ جاریہ ہے اور مسلمانوں کے عقائد کے تحفظ کا ایک مضبوط مورچہ ہے۔ حجیت حدیث اور دفاع سنت نبویؐ کے محاذ پر بھی ان کی خدمات کا دائرہ اپنے اندر بے شمار وسعت و تنوع رکھتا ہے جو علماء و طلبہ

کے لیے ہمیشہ مشعل راہ رہے گا۔

علامہ صاحبؒ کو دیوبندی مسلک کا علمی ترجمان سمجھا جاتا تھا اور بہت سے مواقع پر اس بات کا میں عینی شاہد ہوں کہ کسی اہم مسئلہ پر دیوبندی موقف کی وضاحت کے لیے اہل علم کے حلقوں میں والد گرامی حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدرؒ اور ترجمان اہل سنت حضرت مولانا قاضی مظہر حسینؒ کے ساتھ حضرت علامہ خالد محمودؒ کا نام سامنے آتا تھا اور ان سے رجوع کیا جاتا تھا۔ جبکہ سکولوں، کالجوں اور دینی مدارس کے طلبہ پر مشتمل مشترکہ طالب علم تنظیم ”جمعیۃ طلباء اسلام پاکستان“ کی تشکیل اور طلبہ کی ذہن سازی میں بھی ان کا اساسی کردار رہا ہے۔

علامہ صاحبؒ نے ۱۹۷۰ء کے انتخابات میں لاہور کی ایک سیٹ پر جمعیۃ علماء اسلام پاکستان کے ٹکٹ پر قومی اسمبلی کا الیکشن لڑا مگر اس کے بعد برطانیہ منتقل ہو گئے، البتہ سال کا کچھ حصہ پاکستان میں گزارنے کا معمول آخر تک رہا۔ مجھے ان کے ہاں جامعہ ملیہ لاہور اور مانچسٹر (برطانیہ) میں ان کی قائم کردہ اسلامک اکیڈمی میں بیسیوں مرتبہ حاضری کا موقع ملا اور ان کے ساتھ دینی محافل میں شرکت کی سعادت حاصل ہوئی۔ علامہ صاحبؒ اور حضرت مولانا منظور احمد چنیوٹیؒ کی رفاقت میں مجھے ۱۹۸۵ء میں پہلے حج بیت اللہ کا شرف بھی حاصل ہوا، جبکہ افغانستان سے روسی فوج کے انخلا کے بعد آزاد افغانستان حکومت کے سربراہ حضرت پروفیسر صبغتہ اللہ مجددیؒ کی دعوت پر سرکردہ علماء کرام کے جس وفد نے کابل کا دورہ کیا، ہم اس میں بھی اکٹھے شریک تھے۔

حضرت علامہ ڈاکٹر خالد محمودؒ آج ہم میں نہیں رہے مگر ان کے قائم کردہ جامعہ ملیہ لاہور اور اسلامک اکیڈمی مانچسٹر، ان کی درجنوں تصانیف اور سینکڑوں بیانات و خطابات، جو محفوظ حالت میں موجود ہیں، ان کا ایسا صدقہ جاریہ ہیں جن سے اہل علم ایک عرصہ تک مستفید ہوتے رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ انہیں جو رحمت میں جگہ دیں اور ان کے پسماندگان و متعلقین کو ان کی حسنات کا سلسلہ تادیر جاری رکھنے کی توفیق سے نوازیں، آمین یا رب العالمین۔



## جامعہ بنوریہ کے رئیس و شیخ الحدیث مفتی محمد نعیم صاحب کی خدمات

ممتاز عالم دین، عظیم مذہبی اسکالر، جید حافظ و قاری، تواضع و انکساری کے پیکر، سینکڑوں مساجد و مدارس کے سرپرست، جامعہ بنوریہ عالمیہ کے مؤسس و بانی، و شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی محمد نعیم رحمۃ اللہ علیہ 20/ جون 2020ء بروز ہفتہ رات نوبے کے قریب اس دنیا سے منہ موڑ کر راہی عالم آخرت ہو گئے۔

حضرت مفتی محمد نعیم صاحب ان لوگوں میں سے تھے جن سے علم اور اہل علم کا وقار قائم ہوتا ہے، جن کے دم قدم سے علم کی شمعیں روشن رہتی ہیں، جو شع کی مانند خود جلتے ہیں مگر دوسروں کو ضیاء بخشتے ہیں۔ مفتی محمد نعیم صاحب نے پاکیزہ زندگی گزاری اور موت بھی اس طرح آئی کہ نہ وہ کسی کے محتاج ہوئے، نہ معذور، چارپائی اور آدمی کی احتیاجی سے اللہ نے انہیں محفوظ رکھا اور چلتے ہاتھ پاؤں دیکھتے ہی دیکھتے اس دنیا کو خیر باد کہہ دیا اور بتا گئے کہ اللہ والوں کے لیے اس دنیا کو چھوڑنا کتنا آسان اور سہل ہوتا ہے۔

کچھ عرصہ سے تقریباً ہر روز کسی عالم، کسی بزرگ، کسی شیخ کے اس دنیا سے جانے کی خبریں تسلسل سے آرہی ہیں، ایسا محسوس ہوتا ہے کہ شاید اس عالم کی بساط لپیٹنے کا وقت قریب آرہا ہے۔ حدیث میں ہے:

”بے شک اللہ تعالیٰ اس علم کو اس طرح قبض نہیں کرے گا کہ انسانوں کے دلوں سے علم چھین لے گا، بلکہ قبض علم کی یہ صورت ہوگی کہ اللہ تعالیٰ علماء کو اٹھاتا رہے گا یہاں تک کہ ایک عالم بھی باقی نہیں رہے گا، لوگ جابلوں کو پیشوا بنالیں گے، ان سے سوالات ہوں گے، وہ بغیر علم کے مشورے دیں گے، خود بھی گمراہ

ہوں گے اور دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے۔“

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ علم صحیح اور عمل صالح پر انسانیت کی بقاء کا مدار ہے، ان دونوں کی موت انسانیت کی موت ہے، علماء کے اٹھتے چلے جانے سے یہ دونوں چیزیں اٹھتی جا رہی ہیں۔ اللہ ہمارے حال پر رحم فرمائے۔ مفتی محمد نعیم صاحبؒ کا یوں اچانک اس دنیا سے منہ موڑ کر جانا بھی اسی کا تسلسل نظر آ رہا ہے۔

حضرت مفتی محمد نعیم صاحبؒ اگست 1958ء میں قاری عبد الحلیم کے گھر میں پیدا ہوئے۔

حضرت مفتی محمد نعیم صاحب کے والد محترم قاری عبد الحلیم صاحب عمدہ مجود اور جید قاری تھے، قاری عبد الحلیم صاحب کا پورا گھرانہ پارسی تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے والد کو اسلام کی نعمت سے سرفراز فرمایا، قاری صاحب کے والد کس طرح مسلمان ہوئے اور ان پر کیا بیتی اس سلسلہ میں خود قاری صاحب کے بیان کردہ گفتگو کا خلاصہ پیش کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے:

”میرے والد کا تعلق ایک غریب گھرانے سے تھا اور مذہباً وہ پارسی تھے، غربت کے زمانے میں محنت اور دلچسپی کے ساتھ اعلیٰ عصری تعلیم حاصل کی، پھر انگریز حکومت کے تحت ملازمت اختیار کر لی۔

آپ کی فرض شناسی اور محنت کے وصف کے باعث آپ کا انگریز آفیسر آپ سے بہت متاثر تھا۔ چنانچہ جب اس کا تبادلہ ہندوستان سے عرب ریاست میں کر دیا گیا تو والد صاحب کو بھی اپنے ہمراہ لے گیا۔ وہاں کچھ مقامی عرب بھی اسی آفیسر کے ماتحت تھے ایک دن اس عملے کے ایک عرب نوجوان نے والد صاحب سے پوچھا کہ آپ کس کی عبادت کرتے ہیں؟ تو والد صاحب نے کہا ”آگ کی“۔ یہ سن کر وہ عرب بہت حیران ہوا اور کہنے لگا کہ تمہارا کیسا خدا ہے کہ جسے تم اپنے ہاتھ سے زندہ کرتے ہو اور پھر وہ پانی کے چند قطروں سے مر بھی جاتا ہے۔ پھر اس نے پوچھا کہ ”تم اپنے مردوں کے ساتھ کیا معاملہ کرتے ہو؟ والد صاحب نے کہا کہ ہم انہیں پرندوں کو کھلا دیتے ہیں! اس پر وہ مزید حیران ہوا پھر اس نے اسلام کا نظریہ اس بارے میں بیان کیا۔ تو والد صاحب بہت متاثر ہوئے اور کہنے لگے کہ تمہارے پاس اپنے مذہب کی کوئی کتاب ہو تو مجھے دے دو! چنانچہ ایک دن وہ کتابیں لے آیا اور والد صاحب کو دیں اور ساتھ والد صاحب کو مسلمان ہونے کا کہا، والد صاحب نے جواب دیا کہ میں ان کتابوں کا مطالعہ کر کے ایک مہینہ بعد جواب دوں گا۔ اس پر وہ کہنے لگا کہ کیا آپ ایک ماہ تک زندہ رہنے کی ضمانت دے سکتے ہیں؟ والد صاحب نے نفی میں جواب دیا تو وہ کہنے لگا بہتر ہے کہ آپ ابھی کلمہ پڑھ لیں اور مسلمان ہو جائیں! چنانچہ والد

صاحب نے کلمہ توحید پڑھا اور دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے۔  
چھٹیوں میں والد صاحب ہندوستان تشریف لائے تو والدہ کو مسلمان ہونے کی ترغیب دی مگر خاندان والوں کی شدید مخالفت کے باعث وہ اس وقت مسلمان نہ ہوئیں۔

اسی دوران میری (قاری صاحب) کی ولادت ہوئی۔ اس طرح کئی سال تک والد صاحب چھٹیوں میں آتے رہے اور والدہ کو سمجھاتے رہے مگر کامیاب نہ ہو رہے تھے۔ بالآخر والد صاحب نے ملازمت سے ریٹائرمنٹ لے لی اور مستقل ہندوستان چلے آئے۔

اس دفعہ جب والد صاحب آئے تو والدہ کو ہمراہ لیا اور چپکے سے ”حیدرآباد دکن“ کی طرف ہجرت کر لی۔ وہاں والدہ کو مسلمان کیا اور ان کا اعتقاد پختہ کیا! بعد ازاں یہاں بھی خاندان والوں کا آنا جانا ہو گیا مگر وہ والدہ کو متزلزل نہ کر سکے۔ پھر معاشی عسرت کے باعث ہم لوگ ایک دیہات میں رہائش پذیر ہو گئے۔ ڈابھیل نامی اس بستی میں مولانا انور شاہ کشمیری صاحب نے ”الملک“ کے نام سے ایک مدرسہ کی بنیاد رکھی تھی، یہیں سے میں نے ناظرہ قرآن پڑھا اور تیرہ پارے حفظ کیے، بعد ازاں ہم بمبئی منتقل ہو گئے جہاں ”جوناپٹی“ کے مدرسہ میں (یہ اب تبلیغی مرکز ہے) میں نے حفظ قرآن مکمل کیا۔ 1944ء میں، میں نے تکمیل حفظ کی۔

اسی سال والد صاحب نے مدینۃ المنورہ کے لیے رخت سفر باندھا اور پھر مستقل طور وہیں سکونت اختیار کر لی، ہر سال باقاعدگی سے حج کے لیے جاتے تھے، اسی طرح کئی سال گزر گئے مگر وہ ہندوستان نہ آئے۔ 1948ء کو ہم دو بھائی والدہ سمیت کراچی منتقل ہو گئے، بڑے بھائی تو بعد ازاں ہندوستان واپس لوٹ گئے، مگر ہم لوگ یہیں کے ہو کر رہ گئے۔

1956ء میں بیمار ہوئے تو والدہ اور ہمیشہ ان سے ملنے کے لیے گئیں۔ کچھ دن ہسپتال میں رہے مگر جانبر نہ ہو سکے اور انتقال کر گئے اور جنت المعلیٰ میں مدفون ہوئے اور والدہ واپس کراچی آ گئیں  
میرے پاس گزر اوقات کے لیے رکشہ تھا جس میں ”حضرت ہٹل“ والوں کے لیے سبزی لایا کرتا تھا جس سے 150 روپے ماہوار ملتے تھے اور ساتھ ساتھ مل کی مسجد میں امامت کرتا تھا جس سے 150 روپے حاصل ہوتے تھے، کل ماہانہ آمدنی تین سو روپے تھی۔

مفتی محمد نعیم صاحب کو آپ نے حفظ قرآن کی تعلیم دی، قاری فتح محمد صاحب رحمہ اللہ سے باقاعدہ

پڑھا تو نہیں لیکن قاری صاحب کو قرآن کریم سنایا ہے اور قاری صاحب کو قرآن کریم سنانا آسان کام نہیں۔ اسی محنت کا نتیجہ تھا کہ مفتی صاحب کو شروع سے قرآن کریم بہت پختہ یاد تھا اور اپنے والد صاحب کی محنت کی بدولت خود مفتی صاحب کو قرآن کریم کا خوب ذوق و شوق تھا۔ خود بھی کئی پارے روزانہ تلاوت قرآن کریم کا معمول تھا اور جب حرمین تشریف لے جاتے تو وہاں دیگر ضروری معمولات کے بعد اکثر تلاوت قرآن کریم فرمایا کرتے تھے۔

### جامعہ بنوریہ کی بنیاد

آج کل جہاں جامعہ بنوریہ قائم ہے یہ درحقیقت نشاط ملزکی لیبر کالونی تھی۔ ذوالفقار علی بھٹو نے اپنے دور میں ہر ایک بڑی فیکٹری اور مل کے لیے لازمی کیا تھا کہ وہ اپنے مزدوروں کی رہائش کے لیے کالونیاں بنائے۔ اس کے لیے حکومت نے انہیں جگہیں مہیا کی تھیں۔ اس شرط پر کہ مل مالکان یہ جگہ فروخت نہیں کریں گے۔ یہاں کے رہائش پذیر مزدوروں نے نماز کے لیے ایک چھوٹی سی مسجد خود ہی بنالی تھی۔ نشاط مل تقریباً بند ہو چکی تھی۔ بہت سے کوارٹرز خالی تھے۔ کچھ مزدوروں کا قبضہ تھا۔ قاری صاحب اور ان کے رفقاء تبلیغی گشت کے لیے کبھی کبھی یہاں آیا کرتے تھے۔ مفتی نعیم صاحب نے جب اس مسجد کی خستہ حالی اور ویرانی دیکھی تو ان کے مالکان سے بات کر کے یہ جگہ حاصل کر لی۔ یہ غالباً ۱۹۸۰ء کا زمانہ ہے۔ اور اس طرح اسٹار کالونی کا مدرسہ یہاں منتقل کر دیا گیا۔

اس مدرسہ کی بنیاد رکھنے، اس کو چلانے اور قائم کرنے اور قائم رکھنے میں مفتی صاحب کو اپنے اساتذہ خصوصاً حضرت مفتی ولی حسن ٹونکی، امام اہلسنت مفتی احمد الرحمن، حضرت مولانا ڈاکٹر حبیب اللہ مختار شہید کی مکمل سرپرستی اور تعاون حاصل رہا ہے۔

آج جامعہ بنوریہ کئی شاندار عمارتوں پر مشتمل ہیں۔ باقاعدہ دو مسجدیں ہیں۔ کشادہ درس گاہیں ہیں، کئی دارالافتاء (ہاسٹلز) ہیں، کئی دارالافتاء ہیں، شعبہ تحفیظ کی علیحدہ عمارت ہے۔ بنات کی شاندار عمارت ہے۔ غیر ملکی شعبہ مستقل قائم ہے۔ اساتذہ کی رہائش گاہیں ہیں۔ دارالافتاء، دارالتصنیف، دارالترتیب سمیت متعدد شعبے پوری آب و تاب کے ساتھ قائم ہیں۔

مفتی محمد نعیم صاحب نے جامعہ بنوریہ کو بڑی محنت جانفشانی اور مستقل مزاجی سے ترقی دی ابتداء میں دو درجے قائم کیے اور پھر ایک ایک درجہ بڑھاتے رہے یہاں تک اسے دورہ حدیث تک پہنچایا۔ اور دورہ

حدیث بھی اپنے اساتذہ کے مشورے سے قائم کیا۔ جب تک دورہ حدیث کا آغاز نہیں ہوا تو مفتی نعیم صاحب باقاعدہ جامعہ علوم اسلامیہ تدریس کے لیے جاتے رہے اور دو کتابوں مقامات حریری اور مختصر المعانی کی تدریس جاری رکھی۔ جب آپ نے یہاں دورہ شروع کیا تو جامعہ سے تدریس کو موقوف کر دیا۔ دورہ حدیث کے بعد مفتی صاحب نے اپنے یہاں تخصص فی الفقہ، تخصص فی الحدیث، تخصص فی الدعویہ والاشراف، تخصص فی التفسیر کے شعبے بھی قائم کیے۔

ابھی ملک میں بنات کے مدارس کا سلسلہ شروع نہیں ہوا تھا کہ مفتی صاحب نے اپنے یہاں بنات کا شعبہ قائم کیا۔ الحمد للہ جامعہ بنوریہ کا بنات کا شعبہ بھی معیاری درجہ کا ہے۔ مفتی صاحب نے اپنے یہاں تحقیق و تصنیف کا شعبہ بھی قائم کیا۔ مولانا حسین احمد صدیقی اور مولانا محمد صادق کو اس کا نگران بنایا اور متعدد علماء کو اس سے وابستہ کیا، اسی شعبہ کے تحت تفسیر روح القرآن اپنی نگرانی میں مرتب کروائی جس کی سات جلدیں آچکی ہیں۔

”ادیان باطلہ و صراط مستقیم“ کے نام سے فرق باطلہ پر کتاب مرتب کروائی، مفتی زین العابدین، مفتی عتیق الرحمن، مولانا ڈاکٹر حبیب اللہ مختاریہ پر وقیع نمبر شائع کروائے۔

حضرت مفتی محمد نعیم صاحب اگرچہ بہت سادہ مزاج تھے، لیکن مفتی صاحب کی سوچ وسیع تھی، مفتی صاحب اشاعت علم، تبلیغ دین، باطل نظریات کی تردید اور لوگوں کی دینی راہنمائی کے لیے تمام تر جدید وسائل اور ذرائع کو استعمال کرنے کے قائل تھے، اسی لیے مفتی صاحب نے اپنے جامعہ میں فتاویٰ آن لائن کا سلسلہ شروع کیا تاکہ پوری دنیا سے لوگ اپنے مسائل میں رہنمائی حاصل کریں۔ غالباً مفتی صاحب اس سلسلہ میں دوسرے اداروں پر سبقت کا شرف رکھتے ہیں، اسی طرح جب دیگر دینی ادارے اپنی ویب سائٹ بنانے کی سوچ رہے تھے، مفتی صاحب اپنے جامعہ کی ویب سائٹ تیار کر کے جاری کر چکے تھے، مفتی صاحب کی کوششوں سے آج سے کئی سال قبل امریکہ میں ریڈیو چینل کے ذریعہ اصلاحی بیانات اور سوال و جواب کا سلسلہ شروع ہوا۔ آج اس نے جدید ترقی یافتہ شکل اختیار کر لی ہے اور باقاعدہ بنوریہ میڈیا کے نام سے چینل قائم ہے جو لوگوں کی راہنمائی کا فریضہ انجام دے رہا ہے۔

مفتی صاحب کا ایک عظیم کارنامہ نو مسلم افراد کی راہنمائی، ان کی اعانت، ان کا تحفظ، ان کی رہائش اور تعلیم کا بندوبست کرنا، انکو قانونی معاونت فراہم کرنا بھی ہے۔ سینکڑوں افراد نے آپ کے ہاتھ پر اسلام

قبول کیا۔

مفتی صاحب نے مستحقین کی امداد اور ضرورت مند افراد کی اعانت کے لیے بنوریہ ویلفیئر ٹرسٹ قائم کیا جس نے ضرورت کے وقت گراں قدر خدمات انجام دیں۔ مفتی صاحب کی حسنت اور خدمات جلیلہ کی فہرست بہت طویل ہے۔ لیکن میں سمجھتا ہوں کہ مفتی صاحب کا ایک بڑا اور عظیم کارنامہ جس میں مفتی صاحب کو اپنے اقران پر سبقت حاصل ہے، وہ ہے غیر ملکی شعبہ کا قیام۔

مفتی نعیم صاحب کئی سال تک امریکہ کی ریاستوں میں رمضان المبارک میں تشریف لے جاتے اور وہاں قرآن کریم سناتے، اسی دوران مفتی صاحب کے کئی شہروں میں سفر ہوتے، مفتی صاحب نے وہاں کے علاقوں میں اشاعت قرآن اور تبلیغ دین کا پروگرام بنایا، اس کے نتیجے میں اولاد ایک والد اپنے بچے کو لے کر آئے، جامعہ بنوریہ میں اس وقت تک کوئی غیر ملکی شعبہ نہیں تھا، مفتی صاحب نے اسے اپنے گھر میں رکھا، اگلے سال اس بچے کو دیکھ کر مزید چار بچے آگئے، اس طرح یہ سلسلہ شروع ہوا۔ مفتی صاحب نے ان کے لیے علیحدہ رہنے کے لیے کمرے تعمیر کروائے، ان کی درس گاہیں علیحدہ سے قائم کیں، ان کی تعلیم کا مستقل بندوبست کیا، ان کے کھانے پینے، رہائش کا عمدہ انتظام کیا اور اس طرح یہ ایک مستقل شعبہ وجود میں آ گیا،

نائن الیون کے بعد جب پرویز مشرف کے دور میں دینی طلبہ کے ویزوں پر پابندی لگادی گئی تو اس وقت ان غیر ملکی طلبہ کے حق میں سب سے مضبوط اور توانا آواز مفتی نعیم صاحب کی ہی تھی۔ مفتی صاحب نے اس کے لیے میڈیا کا بھی استعمال کیا، وزارت خارجہ کے لوگوں سے بھی مسلسل رابطے رکھے، ہر ذرائع سے اور ہر سطح پر آواز اٹھائی، اسی کا نتیجہ تھا کہ بڑے بڑے جامعات میں غیر ملکی طلبہ کا داخلہ بند ہو گیا، مگر جامعہ بنوریہ میں آخر وقت تک غیر ملکی طلباء تعلیم حاصل کرتے رہے اور آج بھی ایک بڑی تعداد غیر ملکی طلباء کی جامعہ بنوریہ میں زیر تعلیم ہے۔

آج جامعہ بنوریہ کے فضلاء مختلف ملکوں میں تبلیغ دین، اشاعت قرآن اور دینی تعلیم کی ترویج میں مصروف عمل ہیں۔ یقیناً یہ مفتی نعیم صاحب کے لیے صدقہ جاریہ ہے۔ اللہ تعالیٰ حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ کی مساعی جمیلہ کو قبول فرمائے، پسماندگان کو صبر عطا فرمائے۔ ان کی اولاد کو ان کا صحیح جانشین بنائے اور ان کے گلشن کو ہمیشہ سرسبز و شاداب رکھے۔ آمین



## ”جہان دیدہ“

بیس ملکوں کا سفر نامہ (قسط نمبر 10)

سفر نامہ وہ بیانیہ ہے جسے مسافر سفر کے دوران یا منزل پر پہنچ کر اپنے تجربات اور مشاہدات کی مدد سے تحریر کا جامہ پہناتا ہے اور اپنی گزری ہوئی کیفیات سے دوسروں کو واقف کراتا ہے۔ راہ میں پیش آنے والے اپنے تحیر، استعجاب اور اضطراب کو اس طرح سے قلم بند کرتا ہے کہ پڑھنے والے کے سامنے نہ صرف پوری تصویر آجاتی ہے بلکہ اس مقام سے متعلق تمام معلومات مع تفصیل اس کے علم اور آگہی میں اضافہ کر دیتی ہیں۔ ”جہان دیدہ“ بھی ایسا ہی ایک سفر نامہ ہے جو شیخ الاسلام حضرت مفتی عثمانی مدظلہ کے سفر ناموں کا پہلا مجموعہ ہے جو بیس ملکوں کے سفر کی تفصیل اور روئیداد پر مشتمل ہے۔ قبل ازیں آپ ان صفحات پر حضرت مفتی صاحب کا سفر نامہ ”سفر در سفر“ پڑھ چکے ہیں جسے قارئین نے بہت پسند کیا۔ اب قسط وار ”جہان دیدہ“ شائع کیا جا رہا ہے جو نہایت دلچسپ اور اپنے اندر بیش بہا معلومات کا خزانہ لئے ہوئے ہے، امید ہے قارئین پسند کریں گے اور یہ سلسلہ ان کے علم و عمل میں اضافے کا باعث بنے گا۔ انشاء اللہ

### کسریٰ کا محل

ان صحابہ کرام کے مزارات کی زیارت کے بعد ہم آگے بڑھے تو مدائن شہر کے تقریباً اختتام پر کسریٰ کے محل کی ایک دیوار اب تک باقی ہے اور عبرت کا مرقع بنی ہوئی ہے، یہ کسی زمانے میں دنیا کی عظیم ترین مادی طاقت کسریٰ کا وہی محل تھا جس کے کنگرے سرکارِ دو عالم ﷺ کی ولادت باسعادت پر گر گئے تھے اور

جس کی شان و شوکت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خندق کھودتے وقت کدال سے اڑتی ہوئی چنگاریوں میں دکھا کر یہ خوشخبری دی گئی تھی کہ یہ محل مسلمانوں کے قبضے میں آنے والا ہے۔ جس وقت یہ خوشخبری دی جا رہی تھی، اس وقت خود مسلمانوں کا حال یہ تھا کہ عرب کے قبائل کے متحدہ محاذ کے حملے کی وجہ سے خود مدینہ طیبہ میں کلیجے منہ کو آ رہے تھے۔ دونوں جہانوں کا سردار صلی اللہ علیہ وسلم خود اپنے مقدس ہاتھوں سے خندق کی کھدائی میں عملاً شریک تھا اور بھوک کی شدت سے صحابہ کرامؓ نے اپنے پیٹ پر پتھر باندھے ہوئے تھے اور خود رحمتہ اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے بطن مبارک پر دو پتھر بندھے ہوئے تھے، کون تصور کر سکتا تھا کہ یہ بے سرو سامان اور نہتے افراد دنیا کی عظیم ترین طاقت کسریٰ کا غور خاک میں ملا کر رہیں گے۔

لیکن دنیا نے دیکھا کہ اس واقعے کو پندرہ سال بھی پورے نہیں ہوئے تھے کہ انہی محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے نام لیوا اپنے رب کا نام لے کر اٹھے اور اس عظیم طاقت سے ٹکرا گئے جس کے جاہ و جلال سے کبھی روم کے محلات تک لرزا کرتے تھے۔ کسریٰ کے محل کی یہ ایک دیوار چودہ صدیوں سے زائد کے تھپیڑے سہنے کے باوجود آج بھی شان و شکوہ کی تصویر ہے، اور اس کے نیچے کھڑے ہو کر آج بھی کوئی شخص سطوت کا تاثر لئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ اس کے متعدد برج ابھی تک سلامت ہیں، بیچ میں ایک بلند قامت محرابی دروازہ ہے۔ جس کے بعد ایک وسیع و عریض ہال کے آثار نظر آتے ہیں اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یا تو یہ کسریٰ کا دربار ہوگا یا محل کا کوئی اور اہم حصہ۔

ایک روایت کے مطابق اس ایوان کے دروازے پر جو پردہ پڑا ہوا تھا، فتح مدائن کے وقت اس کو آگ لگا دی گئی تھی، بعد میں اس پردے سے دس لاکھ مثقال سونا برآمد ہوا، جس کی قیمت ایک کروڑ درہم تھی۔ (تاریخ بغداد للخطیب، ص 131، ج 1)

جب اس بوسیدگی اور فرسودگی کے عالم میں اس عمارت کے شکوہ کا یہ حال ہے تو جب یہ محل اپنے عہد شباب پر ہوگا، اس وقت اس کی شان و شوکت کا کیا عالم ہوگا؟ اس کی سربفلک فنیل اس دور کے لحاظ سے یقیناً ناقابل تسخیر ہوگی۔ اس زمانے میں دجلہ اسی فنیل کے نیچے بہتا تھا، اس لئے دریا عبور کر کے اس فنیل پر چڑھنا اور اسے فتح کرنا، جب کے فنیل کے ہر قدم پر کھڑے ہوئے پہرے دار ہر لمحے تیروں، نیزوں اور کھولتے ہوئے تیل کی بارش کر رہے ہوں، جوئے شیر لانے سے کم نہ تھا۔

لیکن نہ جانے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام کون سا جذبہ اور ایمان کی کون سی طاقت لے کر آئے تھے

کہ یہ پیکر سطوت عمارتیں ان کی یلغار کو نہ روک سکیں، کج کلاہ ایران کی صدیوں پرانی تاریخ آن کی آن میں پیوند خاک ہوگئی اور اس کا شہرہ آفاق دبدبہ مجاہدین کے غبارِ راہ میں گم ہو کر رہ گیا۔ مسلمانوں نے کسریٰ کے اس ایوان کو ایک عبرتناک یادگار کے طور پر باقی رکھا۔ خلیفہ منصور نے ایک مرتبہ اسے منہدم کرنے کا ارادہ کیا۔ اس پر ان کے ایک ایرانی مشیر نے مشورہ دیا کہ آپ اگر اس ایوان کو باقی رکھیں گے تو اس سے ہر دیکھنے والے پر یہ تاثر قائم ہوگا کہ مسلمانوں کے ساتھ یقیناً اللہ تعالیٰ کی مدد شامل تھی، ورنہ عرب کے بے سروسامان صحرائین اس جیسے ایوان کو ہرگز فتح نہ کر سکتے۔

منصور نے مشورہ سنا، لیکن دل میں یہ خیال ہوا کہ شاید یہ مشیر ایرانی ہونے کی بنا پر اپنے آباء واجداد کی یادگار قائم رکھنے کے لئے یہ مشورہ دے رہا ہے۔ چنانچہ خلیفہ نے مشورے کی پروا نہ کرتے ہوئے اسے منہدم کرنے کا حکم دے دیا۔ لیکن جب ایوان کو توڑنا شروع کیا تو تھوڑا ہی حصہ توڑنے کے بعد معلوم ہوا کہ اس کے توڑنے پر اتنی زبردست لاگت آئے گی کہ اس کے بلے سے اس کا بہت تھوڑا حصہ وصول ہوگا اور اس طرح بہت سی قومی دولت ضائع ہو جائے گی۔ اس موقع پر منصور نے پھر اسی مشیر کو بلا کر مشورہ کیا۔ اس نے کہا کہ ”میں نے آپ کو پہلے ہی مشورہ دیا تھا کہ اسے نہ توڑیں۔ لیکن اب میں آپ کے لئے یہ بات عار سمجھتا ہوں کہ کہنے والے یہ کہیں کہ ایرانیوں نے ایسی عمارت بنائی تھی کہ آپ اسے منہدم کرنے پر بھی قادر نہ ہوئے۔ لہذا اب میرا مشورہ یہ ہے کہ اسے ضرور توڑا جائے۔“

خلیفہ منصور پھر شش و پنج میں پڑ گئے، لیکن غور و فکر کے بعد آخر میں فیصلہ یہی کیا کہ کام بند کر دیا جائے کیونکہ اس میں دولت کا بڑا ضیاع ہے۔ چنانچہ یہ ایوان اس وقت سے باقی چلا آ رہا ہے۔ (تاریخ بغداد للخطیب ص 130 و 131، ج ۱)

عربی کے مشہور شاعر بختری نے اس ایوان کی منظر کشی میں معرکتہ ال آرا قصیدہ کہا ہے جس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ عربی زبان میں اس سے بہتر ”قصیدہ سینہ“ نہیں کہا گیا اور بختری کے وہ قصیدے ایسے ہیں، ایک ایوان کسریٰ کی منظر کشی میں اور دوسرا متوکل کے بنائے ہوئے ایک تالاب کی تعریف میں کہ اگر وہ ان دو قصیدوں کے سوا کچھ نہ کہتا تو بھی وہ اس کی شاعرانہ عظمت

کے لئے کافی تھے۔ ایوانِ کسریٰ کے بارے میں اس کے قصیدے کے ابتدائی شعر یہ ہیں۔

صُنْتُ نَفْسِي عَمَّا يَدْبَسُ نَفْسِي وَتَرَفَعْتُ عَنْ جَدَا كَلِّ جَنَسِ  
وَكَأَنَّ الْإِيْوَانَ مِنْ عَجَبِ الصُّنْ عَةِ جَوُّبٍ فِي جَنْبِ أَرْعَنَ جِلْسِ

طاقِ کسریٰ کے نیچے کھڑے ہو کر چودہ صدیوں کے بے شمار واقعات کی ایک فلم تھی جو دل و دماغ میں چلتی رہی، تصور کی نگاہ کو کبھی یہاں وہ کج کلاہ نظر آئے جن کے عہدِ حکومت میں سورج غروب نہیں ہوتا تھا، کبھی کبر و غرور کے وہ پتلے دکھائی دیتے جنہوں نے سرکارِ دو عالم ﷺ کا نام مبارک چاک کرنے کی جسارت کی تھی، کبھی اس ایوان کے زرنگار کمروں میں حضرت حدیفہ بن یمان اور حضرت ربیع بن عامرؓ کی گونجتی ہوئی تقریریں سنائی دیں، کبھی اس کی فصیل پر چڑھتے ہوئے وہ سرفروش مجاہدین نظر آ رہے جن کے ہاتھوں اس کبر و غرور کا استیصال مقرر تھا، کبھی یہاں حضرت سعد بن ابی وقاصؓ، حضرت خالد بن عرفطہ اور ان کے رفقاء کو فتح کے لشکر میں سجدہ ریز دیکھا۔ غرض نہ جانے ماضی کی کتنی دل آویز تصویریں تھیں جو چند لمحوں میں نظروں کے سامنے سے گزر گئیں اور جب اس عالم تصور سے جیتی جاگتی زندگی کی طرف واپسی ہوئی تو حسین تصورات کا یہ سارا محل زمین پر آ رہا۔ میں ایک ایسی زمین پر کھڑا تھا جو فاتحینِ مدائن کے نام لیواؤں پر تنگ ہو رہی ہے۔ جہاں انہی صحرائیوں کی ہم جیسی ناخلف اولاد و وسائل و اسباب کی فراوانی کے باوجود ایمان و یقین کی اس دولت سے محروم ہوتی جا رہی ہے جو روم و ایران کی تسخیر کا حوصلہ پیدا کرتی تھی اور اس کے نتیجے میں وہ قیصر و کسریٰ کے ماڈرن جانشینوں سے آنکھیں چار کرنے کے بجائے ان کے دبدبے کے سامنے ہتھیار ڈالے کھڑی ہے اور زندگی کے ہر کام میں ان کے پیچھے چلنے کے لئے تیار ہے۔

اس عظیم اور المناک تضاد کا تصور کر کے دل بھی کلپا، حیرت بھی ہوئی، لیکن پھر تمام شکوک و شبہات کا جواب ایک ہی شعر میں مل گیا۔

حیرت نہ کر بدن کو مرے چور دیکھ کر  
ان رفعتوں کو دیکھ جہاں سے گرا تھا میں

مدائن ہی میں حکومتِ عراق نے ایک عجیب و غریب پنوراما تعمیر کیا ہے جس میں جنگِ قادسیہ کا منظر اس طرح دکھایا گیا ہے کہ دیکھنے والا محسوس کرتا ہے جیسے وہ ٹھیک میدانِ جنگ کے اوپر کھڑا تمام منظر اپنی آنکھ سے دیکھ رہا ہے، یہ تقریباً سات منزله عمارت ہے جس کے زینوں پر چڑھتے وقت ایسا معلوم ہوتا ہے کہ

انسان کسی کشادہ مینار پر چڑھ رہا ہے، سب سے آخری زینہ ایک گنبد نما ہال پر ختم ہوتا ہے اور اس ہال میں پہنچنے ہی انسان یہ محسوس کرتا ہے جیسے وہ کسی بلند قلعے کی برجی پر کھڑا ہے اور اس کے سامنے حد نظر تک پھیلا ہوا میدان ہے جس کے آخری سرے پر ایک قدیم طرز کا قلعہ بنا ہوا ہے، یہ قلعہ قدیس ہے جہاں بیٹھ کر حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے جنگ قادسیہ کی قیادت فرمائی تھی اور اس کے تینوں اطراف میں مسلمانوں اور کسریٰ کے لشکر برسر پیکار نظر آتے تھے۔

دراصل اس ہال کی دیواروں پر چھت تک ایسی سہ ابعادی (Diamansional three) تصویریں بنائی ہیں جن کی زمین کا رنگ بالترتیب آسمان، فضا اور زمین کے رنگ کے اتنا مطابق ہے کہ وہ فطری آسمان، فضا اور زمین معلوم ہوتے ہیں۔ اور پینٹنگ کے سہ ابعادی ہونے کی بنا پر ان تمام اشیاء کے فاصلے حقیقی نظر آتے ہیں۔ افق تک پھیلے ہوئے اس میدان میں جنگ قادسیہ کے تمام اہم واقعات دکھائے گئے ہیں۔ ایرانیوں کے ہاتھیوں کا حملہ، مسلمانوں کی طرف سے ان کی سوئڈیں کاٹنے کا منظر، جو ابی طور پر مسلمانوں کی طرف سے برقع پوش اونٹوں کا حملہ، چاروں طرف کے افق سے اڑتے ہوئے سوسو شہسواروں کے دستے جو حضرت قعقاع کی نفسیاتی تدبیر کے مطابق ہر تھوڑی دیر بعد کسی افق سے نمودار ہوتے تھے۔ ایرانی فوج کی ابتری، جگہ جگہ ٹپتی ہوئی لاشیں اور میدان میں حد نظر تک پھیلے ہوئے مختلف اسلحہ جنہیں دیکھ کر انیس کا یہ بند یاد آتا ہے

بے رخ کمانیں تیروں سے، چلے کہاں سے دور!!!! مرغان تیر سہمے ہوئے آشیاں سے دور  
 چرچی سے پھل گرے ہوئے، نیزے سناں سے دور پیروں سے عقل دور تہور جواں سے دور  
 تیغوں کی کچھ خبر تھی، نہ ڈھالوں کا ہوش تھا  
 نیزہ ہر اک سوار کو اک بار دوش تھا  
 غرض یہ پنورمان کا ایک عجوبہ ہے، لیکن کاش۔ اس کے بنانے والے اس بات کا خیال رکھ سکتے کہ جنگ قادسیہ کے بیشتر شرکاء صحابہ کرامؓ تھے اور ان کی فرضی تصویریں بنانا شریعت کے خلاف تو ہے ہی، ان حضرات کی شان میں سوء ادب بھی ہے۔ استغفر اللہ العظیم

ایوان کسریٰ کے قریب ہی ایک میدان میں عراق کے محکمہ سیاحت کے ایک قدیم طرز کا وسیع و عریض خیمہ بنایا ہوا ہے یہ ٹھیک اس طرز کا خیمہ ہے جیسا قدیم زمانے میں لشکر کے سردار وغیرہ کہیں پڑاؤ ڈالتے

وقت لگایا کرتے تھے۔ اس خیمہ کے اندر قدیم عربی تہذیب کا نقشہ اس طرح کھینچا گیا ہے کہ اس میں داخل ہوتے ہی ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے ہم صدیوں پہلے کے دور میں پہنچ گئے ہیں، قدیم طرز کے قالین اور دریاں، ان پر لگے ہوئے پرانے گدے اور تکیے، پانی کی چھاگل، مٹی اور لکڑی کے برتن، پتھروں سے بنے ہوئے چولہے اور اندر بیٹھے ہوئے عربوں کے جسم پر وہی بدویانہ لباس۔ غرض ہر چیز پرانی عرب تہذیب کی آئینہ دار۔

ہم خیمے میں داخل ہوئے تو یہاں بیٹھے ہوئے بدوی نما عربوں نے روایتی مہمان نوازی کا ثبوت دیتے ہوئے تپاک سے خیر مقدم کیا اور بڑے اصرار کے ساتھ عربی قہوہ پیش کیا۔ جس کی تلخی کی یاداب تک ذہن سے محو نہیں ہوئی، قہوے کا دستور سعودی عرب اور خلیجی ریاستوں میں بھی ہے۔ اس کی تلخی کا عادی بنتے بنتے بھی کام و دہن کو خاصا وقت لگا لیکن یہ سیاہ فام عراقی قہوہ اس سے کہیں آگے ہے، اور اندازہ یہ ہوا کہ اس کا عادی بننا ہم جیسوں کی استطاعت سے باہر ہے۔

مدائن کے قابل دید مقامات سے فراغت ہوئی تو نماز ظہر جامع مسجد سلمان فارسیؓ میں ادا کرنے کے بعد دجلہ کے کنارے ایک خوبصورت ہوٹل میں دوپہر کا کھانا کھایا، ہوٹل کے دالان کے ساتھ ہی دجلہ پوری آب و تاب سے بہ رہا تھا۔ یہ وہی دجلہ تھا جسے مدائن کے ایرانی حکمرانوں نے مسلمانوں کی یلغار کے آگے اپنا سب سے مضبوط حصار قرار دیا تھا۔ ان کا خیال تھا کہ مجاہدین اسلام کے گھوڑے جو عرب اور عراق کے لقمہ و دق صحرا عبور کر کے آئے ہیں اس پر شور دریا پر پہنچ کر بے بس ہو جائیں گے اور کسریٰ کے دارالحکومت تک ان کی پیش نہ جاسکے گی۔

لیکن مجاہدین اسلام کے وہ قافلے جو اللہ کا کلمہ بلند کرنے کے لئے تسخیر کائنات کا معجزاتی حوصلہ لے کر آئے تھے دجلہ نے ان کے لئے اپنی آغوشِ محبت کھول دی، انہوں نے گھوڑے دریا کی موجوں کے حوالے کر دیئے اور پورا لشکر صحیح و سلامت پارا تر گیا۔



از ”حاجی صاحب ضمیر“

مرتب: مولانا محمد ذوالکفل

## سوانح حضرت حاجی عبدالوہاب صاحبؒ (قسط نمبر 6)

مجدد تبلیغ حضرت حاجی عبدالوہاب صاحبؒ کی ساری زندگی جہد مسلسل سے عبارت ہے۔ آپ نے اپنی حیات مستعار کی سات دہائیاں دین کی اشاعت اور تبلیغ کی محنت میں وقف کر دیں۔ حاجی صاحب کی جدائی یقیناً ایک عظیم قومی سانحہ ہے اور یہ ایسا خلا ہے جو شاید کبھی پُر نہ ہو سکے، لیکن قدرت کے فیصلوں کے آگے کون ٹھہر سکتا ہے، آخر سب کو جانا ہے اور جانے والے کبھی واپس نہیں آتے، ہاں ان کی حسین یادیں ہمیشہ ہماری زندگی کا حصہ بن جاتی ہیں۔

ان کے انتقال کے بعد یہ بات شدت سے محسوس ہوئی کہ ان کے حقیقی احوال و واقعات مجتمع ہو جائیں تاکہ ان کی سیرت و کردار کے درخشاں پہلو امت کے سامنے آسکیں اور ان کی زندگی کا مطالعہ کر کے لوگوں کو بھی اپنی زندگی کا رخ متعین کرنے میں مدد مل سکے۔ اسی مقصد کے پیش نظر جامعہ کے شعبہ نشر و اشاعت نے حضرت حاجی صاحبؒ کے سوانح حیات، دینی و تبلیغی خدمات، تقسیم ہند سے قبل اور بعد کے تبلیغی حالات و واقعات کو خوبصورت انداز میں یکجا کرنے کا بیڑہ اٹھایا اور مختصر عرصے میں تقریباً سات سو صفحات کی ضخیم کتاب تیار ہوگئی جو بحمد اللہ چھپ کر منظر عام پر آچکی ہے، جس کی طباعت اول ہاتھوں ہاتھ تک بھی گئی ہے اب اس کی طباعت ثانی پر کام جاری ہے، قارئین کے فائدے اور دلچسپی کے لئے اسے ”ماہنامے“ میں قسط وار شائع کیا جائے گا۔ امید ہے قارئین اسے پسند فرمائیں گے۔

### دعوت و تبلیغ کا تاریخی پس منظر اور شورائی نظام کا جائزہ

☆..... اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے پوری امت میں مکمل دین کے زندہ کرنے کی مبارک محنت ایک مخصوص طریقہ کار پر حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کے ذریعہ شروع فرمائی۔ حضرت مولانا الیاس صاحبؒ نے

فرمایا کہ اپنے اس کام کا نام تبلیغ یا تبلیغی جماعت ہم نے نہیں رکھا بلکہ نام رکھنے کے مسئلہ پر ہم نے کبھی غور ہی نہیں کیا اپنے آپ ہی یہ نام چل پڑا، اور ایسا مشہور ہوا کہ اب کبھی کبھی ہم بھی یہ نام لے لیتے ہیں۔ اس محنت کی بنیاد امت کے ہر فرد کو اپنی اصلاح اور خالصتاً اعلیٰ کلمۃ اللہ اور اشاعت دین کے لیے اپنی جان و مال کے لگانے پر کھڑا کرنے کو بنایا گیا۔ کام کی بنیاد اہل حق علماء کی تائید، سرپرستی، مشوروں اور توجہ پر رکھی گئی۔ (جن میں سے بعض کے نام یہ ہیں، حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوری صاحب، حضرت مولانا اشرف علی تھانوی صاحب، حضرت مولانا حسین احمد مدنی صاحب، حضرت مفتی کفایت اللہ صاحب، شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب اور حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی رحمہم اللہ وغیرہ حضرات)

☆..... ۱۹۲۶ء میں یہ مبارک محنت شروع ہوئی، ابتدائی طور پر میوات اور دہلی کے گرد و نواح میں محنت کو بنیاد بنایا گیا اور پھر کاندھلہ، سہارنپور اور رائے پور میں بھی جماعتوں کی تشکیل ہوئی اور تبلیغی محنت اور گشت کی ابتداء کی گئی۔ حضرت کے زمانے میں پشاور، کراچی تک جماعتیں جانے لگیں اور مختلف بڑے شہروں میں اس کام کی ابتداء ہوئی۔

☆..... مولانا محمد الیاس صاحب نے وفات سے ایک دن پہلے، بارہ جولائی ۱۹۴۴ء، چہار شنبہ کے دن شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب، مولانا عبدالقادر صاحب رائے پوری اور مولانا ظفر احمد صاحب کو یہ پیغام بھیجا کہ مجھے اپنے آدمیوں میں ان چند پر اعتماد ہے: حافظ مقبول حسن صاحب، قاری داؤد صاحب، مولوی احتشام الحسن صاحب کاندھلوی، مولوی محمد یوسف صاحب کاندھلوی، مولوی محمد انعام الحسن صاحب کاندھلوی اور مولوی سید رضا حسن صاحب بھوپال۔ آپ لوگ جسے مناسب سمجھیں اس کے ہاتھ پر ان لوگوں کو بیعت کروادیں جو مجھ سے بیعت ہونا چاہتے ہیں۔ ان حضرات نے باہمی مشورہ کے بعد مولانا الیاس صاحب کی خدمت میں عرض کیا کہ مولوی یوسف ماشاء اللہ ہر طرح اہل ہیں حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ نے خلافت کے لیے القول الجمیل میں جو شرائط لکھی ہیں وہ سب الحمد للہ ان میں پائی جاتی ہیں، عالم ہیں، متورع ہیں اور علم اور تدریس سے اشتغال رکھتے ہیں۔ حضرت نے فرمایا: اگر تم نے یہی انتخاب کیا ہے تو اللہ تعالیٰ اس میں خیر و برکت فرمائے گا مجھے منظور ہے۔

☆..... مولانا الیاس کی وفات ۱۳۶۳ھ بمطابق ۱۳ جولائی ۱۹۴۴ء میں ہوئی۔

☆..... حضرت مولانا یوسف صاحب کے زمانے میں اللہ تعالیٰ نے پورے عالم میں جماعتوں کے جانے کی شکل بنائی اور دنیا کے اکثر حصے میں اس محنت کی بنیاد پڑی۔ پاکستان کے آخری سفر میں مختصر علالت کے بعد ۲۹ ذیقعدہ ۱۳۸۴ھ بمطابق ۱۲ اپریل ۱۹۶۵ء کو بروز جمعہ یہ بابرکت ہستی اس فانی دنیا سے عالم جاودانی کی

طرف رحلت فرمائی رحمہ اللہ رحمتہ واسعۃ۔

☆..... حضرت شیخ الحدیث صاحبؒ نے کام کو دیکھتے ہوئے فرمایا کہ کام کرنے والوں کو اگر اعتماد اور بھروسہ ہو سکتا ہے تو مولانا محمد انعام الحسنؒ صاحب کی ذات پر ہو سکتا ہے، اہل حل و عقد کے مشورہ سے ان کو مولانا محمد یوسف صاحب کا نائب، دعوتی کام کا ذمہ دار اور امیر بنا دیا۔ حضرت مولانا محمد یوسف کے بیٹے مولانا محمد ہارون صاحب نے بھی اس فیصلے کی بھرپور تائید فرمائی اور اسے دل سے تسلیم فرمایا اور بعض میواتی یا دوسرے حضرات جو انہیں امیر دیکھنے کے خواہش مند تھے، سمجھایا اور فتنے کو کوئی موقع فراہم نہیں کیا بلکہ اپنی وفات تک مولانا انعام الحسن صاحب کے ساتھ مکمل تعاون و فرما برداری کا تعلق رکھا۔ جس کی کچھ تفصیل ان کی سوانح میں مولانا محمد حسنی صاحب نے ذکر فرمائی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے مولانا انعام الحسنؒ صاحب کے زمانہ میں ان کی وفات ۱۰ جون ۱۹۹۵ء تک کام بغیر کسی کے مسئلہ کے پھلتا پھولتا رہا، اور دن گنی رات چوگنی ترقی کرتا رہا۔

☆..... ان کا برٹلا شہ کے ستر سالہ دور امارت کی کچھ اہم خصوصیات ذیل میں ذکر کی جا رہی ہیں:

### ☆..... (۱) یکساں نہج:

حضرت مولانا الیاسؒ کا ایک ملفوظ ہے:

”اس کام کے کچھ مخصوص اعمال مخصوص نہج کے ساتھ متعین ہیں،“ حضرت مولانا یوسف صاحبؒ اور حضرت مولانا انعام الحسن صاحبؒ کے سامنے جب کبھی حضرت مولانا الیاسؒ صاحب کے قائم کردہ نہج میں تبدیلی کی لوگ رائے رکھتے تو یہ دونوں حضرات ہمیشہ یہ کہتے کہ جس رخ پر حضرت جیؒ چلا کر گئے ہیں اسی پر چلیں گے، ہم تو لکیر کے فقیر ہیں۔

### ☆..... (۲) اہل حق کی تائید اور سرپرستی:

مولانا محمد یوسف صاحبؒ اور مولانا انعام الحسن صاحبؒ اپنے تبحر علمی اور علمی حلقوں میں وقار و وزن اور حضرت مولانا عبید اللہ صاحب بلیاوی اور مولانا ظہار الحسن صاحب کا ندھلوی جیسے علماء کے نظام الدین میں موجود ہونے کے باوجود حضرت مولانا حسین احمد مدنی صاحبؒ حضرت مفتی کفایت اللہ صاحبؒ، حضرت مولانا قاری طیب صاحبؒ، حضرت مولانا مفتی محمود حسن گنگوہی صاحبؒ، اور حضرت مولانا فخر الحسن صاحبؒ کے ساتھ گہرا ربط رکھتے اور پیش آمدہ مسائل میں پرانے احباب سے مشورہ و مذاکرہ کے ساتھ ساتھ معتمد و مستند علماء کرام و مفتیان عظام سے بھی استفادہ کرتے تھے، اور دعوت کی محنت ہر طرف سے راسخین فی العلم علماء کرام کی براہ راست نگرانی میں ہو رہی تھی۔

☆..... (۳) شوری اور مشورے کا اہتمام:

ان تینوں حضرات کے یہاں شوری تھی، مشورہ تھا، اور اس کے مطابق عمل تھا۔ حضرت مولانا الیاس صاحبؒ کی دور اندیش نظریہ بات پہلے ہی محسوس کر چکی تھی، چنانچہ انہوں نے ایک خط میں اپنے اس نظریے کو پیش کرتے ہوئے فرمایا:

”اس لیے میرے نزدیک جو کام چلنے کے لیے اس وقت ضرورت ہے وہ مشائخ طریقت و علماء شریعت، ماہرین سیاست کے چند ایسے حضرات کی جماعت کے مشوروں کے ماتحت ہونے کی، جو ایک نظم کے ساتھ حسب ضرورت مشاورت کا انعقاد خاطر خواہ مدام رہے، اور عملی چیز سب اس کے ماتحت ہو، سو ایک تو اول ایسی مجلس کے منعقد ہو جانے کی ضرورت ہے۔ اور دوسرے اس وقت جو امت محمدیہ کے امراض کہنہ میں سے ہے وہ عملی چیز کا بے محل اور بے ضرورت تقریر کی کثرت پر اکتفاء ہے اور اس کے بالمقابل قول پر عمل بڑھنے کی ضرورت ہے، لہذا آگے جو تبلیغ میں کوشش کرے وہ اس تبلیغ کے میدان میں نکل چکنے والوں کے ساتھ زندگی گزاریں۔“

☆..... ”شوری کی ضرورت اور اہمیت کے بارے میں حضرت مولانا الیاس صاحبؒ کا ارشاد ہے کہ ہمارے اس کام میں اخلاص اور صدق دلی کے ساتھ اجتماعیت اور شوریٰ پنہم کی بڑی ضرورت ہے اور اس کے بغیر بڑا خطرہ ہے۔“ (ملفوظات حضرت مولانا الیاس صاحبؒ ملفوظ نمبر ۱۶۵)

☆..... حضرت مولانا انعام الحسن صاحبؒ نے فرمایا: ”کام اب خود اس بات کا متقاضی ہے کہ ہر جگہ ایک جماعت ہو جو کام کو سنبھالے، مشورہ کی جماعت جب بناؤ تو اس میں سے امیر کا لفظ ہی نکال دو اور صاف صاف کہہ دو کہ یہ امیر ایسا ہے کہ اس کا کوئی اختیار نہیں ہے یہ صرف خادم ہے اور قوم کا خدمت گار ہے۔“ حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحبؒ نے فرمایا کہ: اب تو انعام بھی امیر بن گیا، حضرت جی ہو گیا، تو مولانا انعام صاحب نے فرمایا: مولانا یوسف صاحب اکثر میری رائے پر فیصلہ فرماتے تھے جب سے میں امیر بنا ہوں اپنی رائے ہی چھوڑ دی۔ جس بات پر ساتھیوں کے رائے جمع ہو جاتی ہے وہ کر لیا جاتا ہے۔“ تقریباً پچاس سال تک حضرت مولانا یوسف صاحبؒ اور حضرت مولانا انعام الحسن صاحبؒ کی صحبت پانے والے حضرت مولانا یعقوب صاحب مدظلہ اپنے خط میں ان دونوں حضرات کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں: ”ہمارے یہ دونوں حضرات اگرچہ سب کے نزدیک متفق علیہ امیر تھے مگر کبھی انہوں نے امارت کا دعویٰ نہیں کیا، کبھی حکم کے انداز سے بات نہیں کی، اور کبھی اپنی نہیں چلائی، ہمیشہ اپنے کو مشورہ کے تابع رکھا اور کوئی بھی بات چلائی تو اپنے ساتھیوں کے اتفاق کے بعد چلائی، امیر ہونے کے باوجود اپنے آپ کو ہمیشہ مشورہ کے تابع رکھا۔“

☆..... ۱۹۹۳ء میں حج کے موقع پر حضرت جیؒ نے مفتی زین العابدین صاحبؒ اور چند دیگر حضرات کے سامنے یہ فرمایا کہ میری صحت اور میرا حال تمہارے سامنے ہے۔ اب میں کسی قابل نہیں ہوں۔ کام دنیا میں پھیل رہا ہے اس کا میرے اوپر بڑا بوجھ ہے۔ اس عالمی کام کے تحفظ، بقا اور رہبری کے لیے میں ایک شوریٰ بنانا چاہتا ہوں۔ مفتی صاحب نے کہا کہ مناسب ہے۔ حضرت جیؒ کے ارشاد پر حضرت مولانا سعید احمد خان صاحبؒ، حضرت مفتی زین العابدینؒ، حاجی محمد افضل صاحبؒ، حاجی عبدالمقیت صاحبؒ اور محترم حاجی محمد عبدالوہاب صاحبؒ کے سفر ہند کے لیے ویزے جلد ہی حاصل کر لیے گئے اور یہ سب حضرات وسط اگست ۱۹۹۳ء میں بستی حضرت نظام الدین تشریف لے آئے۔

اس وقت بنگلہ والی مسجد میں ملائیشیا والوں کا جوڑ تھا اس سے فارغ ہو کر اگلے دن صبح ناشتہ کے بعد حضرت جیؒ کے حجرے میں نشست ہوئی۔ اس مجلس میں درج ذیل حضرات موجود تھے۔

۱۔ حضرت مولانا سعید احمد خان صاحبؒ

۲۔ محترم حاجی محمد عبدالوہاب صاحبؒ

۳۔ حضرت مفتی زین العابدینؒ

۴۔ حاجی محمد افضل صاحبؒ

۵۔ حاجی عبدالمقیت صاحبؒ (بنگلہ دیش)

۶۔ حضرت مولانا اظہار الحسن صاحبؒ

۷۔ حضرت مولانا محمد عمر پالن پوری صاحبؒ

۸۔ حضرت مولانا زبیر الحسن صاحبؒ

حضرت جیؒ نے فرمایا کہ میری طبیعت کا حال تم لوگ دیکھ رہے ہو۔ میری طبیعت گرتی جا رہی ہے اور کام بڑھ رہا ہے اس کو سنبھالنے کے لیے اکیلے میرے اوپر ذمہ داری نہ رہے، ہم سب مل کر اس کو ایک فکر کے ساتھ لے کر چلیں۔ مندرجہ بالا حضرات سے فرمایا کہ آپ لوگ تو میری شوریٰ میں ہیں ان دو کو اور شامل کر لو میاں جی۔ محراب صاحب اور مولوی محمد سعد صاحب، اس طرح ان شاء اللہ یہ شوریٰ دس افراد کی ہوگی جو آگے کام کو لے کر چلے گی۔ (جاری ہے)



## آپ کے مسائل کا حل

خوبصورتی کے لیے دانتوں کے خلاء کو پر کرنے کا حکم

کیا خوبصورتی کی بنا پر دانتوں کا خلا ختم کروانا یا پھر دانتوں پر تار (Braces) چڑھوانا

جائز ہے؟

وضاحت مطلوب ہے:

آپ دانتوں کے خلا کو کیونکہ ختم کروانا چاہتے ہیں؟ اور دانتوں پر تار کیوں لگوانا چاہتے ہیں

کیا کوئی نقص و عیب ہے؟

جواب وضاحت:

نقص و عیب کوئی نہیں صرف ایسا خوبصورتی کے لیے کرنا ہے۔

جواب:

محض خوبصورتی کے لیے دانتوں کے خلا کو پر کرنا یا دانتوں پر تار باندھنا جائز نہیں۔

دادی کا پوتے کو دودھ پلانا

اگر بچے کی ماں فوت ہو جائے تو کیا دادی پوتے کو دودھ پلا سکتی ہے؟

جواب:

ماں کے فوت ہونے کی صورت میں دادی پوتے کو دودھ پلا سکتی ہے۔

## لکی ڈراموٹرائیکل کے متعلق سوالات

کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلے کے متعلق کہ لکی ڈراموٹرائیکل کمیٹی سے موٹرائیکل لینا شرعاً کیسا ہے؟

جس کا طریقہ یہ ہے کہ

- (1) ہر ماہ قرضہ اندازی کی جاتی ہے جس کا نام نکل آیا اس کو بقیہ قسطیں معاف ہوتی ہیں یوں کسی کو موٹرائیکل سستی کسی کو مہنگی اور کسی کو بالکل مفت مل جاتی ہے۔
- (2) پہلے 5 کمیٹیوں تک کوئی ممبر چھوڑنا چاہے تو رقم واپس نہیں کی جاتی۔
- (3) تین اقساط شارٹ ہونے پر ممبر شپ ختم کر دی جائے گی۔ تاوقت کہ وہ اپنی شارٹ قسط جمع کروائے۔ اور اگر جمع نہ کروائے تو اس کو جمع کروائی گئی رقم واپس نہیں کی جاتی۔

جواب

- مذکورہ موٹرائیکل سکیم میں شرکت کرنا جائز نہیں۔ کیونکہ یہ معاملہ متعدد شرعی خرابیوں پر مشتمل ہے۔
- (1) اس معاملے میں موٹرائیکل کی قیمت کسی شریک کے اعتبار سے بھی متعین نہیں ہے بلکہ مجہول ہے یہ معلوم نہیں کہ کس کو کتنے روپے میں موٹرائیکل ملے گی۔
  - (2) کوئی آدمی پہلی پانچ قسطوں تک سکیم چھوڑنا چاہے تو اس کو اپنی ادا کی ہوئی اقساط واپس نہ کرنا بھی ظلم اور ناانصافی ہے۔
  - (3) تین قسط جمع نہ کروانے پر ممبر شپ ختم کرنا اور پہلے سے جمع کروائی رقم واپس نہ کرنا بھی ظلم اور ناانصافی ہے۔

## ڈاکٹری ہدیہ کا حکم

کیا ڈاکٹر اگر کسی معیاری کمپنی کی دوا تجویز کرتا ہے جو اس کے تجربے کے مطابق مرض کے مناسب بھی ہے اور شفا بخش بھی تو کیا وہ اس کمپنی کی طرف سے دی گئی سہولیات مثلاً سفری اخراجات میڈیکل کانفرنس کے لیے وہاں رہائش کے اخراجات وغیرہ سے مستفید ہو سکتا ہے؟ کیا یہ رشوت کے زمرے میں آتا ہے یا کس حد تک اس کی اجازت ہے؟

جواب:

مریض و معالج کے اسلامی احکام (337) میں ہے:

آج کل نمونہ جات میں رشوت کا عنصر شامل ہوتا جا رہا ہے۔ کمپنیاں زیادہ ہونے کی وجہ سے ان کے مابین مقابلہ بھی زیادہ ہو گیا ہے اور کمپنی کے نمائندے اپنی ملازمت کو مستقل کرانے کی خاطر یا مزید ترقی کی خاطر ان ڈاکٹروں کو زیادہ نمونہ جات دیتے ہیں جو ان کی کمپنی کی مصنوعات زیادہ لکھتے ہیں یا زیادہ لکھنے پر آمادہ نظر آتے ہیں اس وجہ سے ڈاکٹروں پر لازم ہے کہ وہ کمپنیوں سے نمونہ جات اور ہدیے لینے میں استعناء کو اختیار کریں اور کمپنی کے نمائندوں کی خاطر ضابطہ اخلاق و قانون شریعت کو نہ توڑیں۔

قیمتی ہدیے مثلاً کار، ریفریجریٹر، کمپیوٹر، کسی بیرونی ملک کے سفر کا ٹکٹ و داؤں میں کمیشن اور کسی بڑے ہوٹل میں کھانے کا خرچہ وغیرہ یہ سب رشوت کی صورتیں ہیں اور ان کا لینا دینا دونوں ناجائز ہیں۔ قیمتی ہدیوں سے مراد وہ ہدیے ہیں جو کمپنی والے ہر کسی ڈاکٹر کو نہیں دیتے۔

کرنٹ اکاؤنٹ میں رکھی رقم کو اگر بینک استعمال کرے تو اس کا گناہ کس پر ہے

کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر سودی بینک میں کرنٹ اکاؤنٹ کھولا جائے تو جو پیسے اکاؤنٹ میں پڑے ہیں کیا بینک والے ان پیسوں پر سودی لین دین کرتے ہیں؟ اور اس کا گناہ ہمیں ہوگا کہ نہیں؟

جواب:

کرنٹ اکاؤنٹ میں رکھوائے گئے پیسوں کو اگر بینک سودی لین دین میں استعمال کرتا ہے تو یہ بینک کا اپنا ذاتی فعل ہے۔ کرنٹ اکاؤنٹ کھلوانے والے کو اس کا گناہ نہ ہوگا۔

پلاٹ کی فائل خریدنا

آج کل پراپرٹی کی خرید و فروخت کی مختلف شکلیں رائج ہیں جن کے متعلق آپ حضرات کی تفصیلی اور مدلل رائے درکار ہے ان صورتوں کو بالترتیب ذکر کیا جاتا ہے:

1۔ نئی سوسائٹیز بنانے والے اپنی سوسائٹی کی تشہیر کرتے ہیں اور مختلف رقبہ کے پلاٹس کی فائل بناتے

ہیں جن کی خرید و فروخت کا معاملہ شروع ہو جاتا ہے

الف: فائلز کا خریدنا جبکہ سوسائٹی کا کوئی نقشہ نہ بنا ہو کیسا ہے نیز ان فائلز کا آگے بیچنا کیسا ہے؟  
 ب: اگر نقشہ بنا ہو تو ایسی صورت میں فائلز کا خریدنا اور ان کو آگے بیچنا اور اس کا کاروبار کرنا کیسا ہے جبکہ فی الحال پوری رقم کی ادائیگی کی وجہ سے سوسائٹی پلاٹ حوالے نہیں کر رہی یا کسی انتظامی مجبوری کی وجہ سے مکمل ادائیگی ہونے کے باوجود بھی سوسائٹی پلاٹس کا عملی قبضہ نہیں دے سکتی مثلاً عملی طور پر پلاٹ کی حد بندی ہی نہ ہوئی ہو صرف نقشہ بنا ہوا ہو۔

ج: پلاٹ کا نقشہ بنا ہو اور خریدار نے بعض قسطیں بھی ادا کر دی ہوں لیکن وہ پلاٹ کا قبضہ نہیں لے سکتا کیونکہ سوسائٹی والے قبضہ دینے کے لئے پوری ادائیگی مانگتے ہیں ایسی صورت میں اس پلاٹ کو آگے بیچنا کیسا ہے؟ جائز یا ناجائز؟ جب کہ عملی طور پر پلاٹس کی حد بندی بھی ہو چکی اور گاہک کسی بھی مجبوری کی وجہ سے فی الفور ادائیگی بھی نہیں کر سکتا ہے ایسی صورت میں گاہک پر پلاٹ کی زکوٰۃ کا کیا حکم ہے؟  
 جواب:

الف: سوسائٹی کی جگہ اگر سوسائٹی والوں کی ملکیت میں آچکی ہو تو سوسائٹی کا نقشہ بننے سے پہلے بھی پلاٹوں کی فائلز کا خریدنا اور انہیں آگے بیچنا جائز ہے۔

عورتوں کے لیے کپڑوں میں کالر اور کف لگوانے کا حکم  
 مفتی صاحب! مجھے یہ معلوم کرنا ہے کہ عورتوں کے لباس میں فیشن چل رہا ہے کہ وہ مردوں کی طرح کالر اور کف کا استعمال کرتی ہیں جبکہ باقی سارا لباس عورتوں والا ہوتا ہے۔ کیا شریعت میں ایسے لباس کا استعمال جائز ہے؟

جواب:  
 جو لباس مردوں کے ساتھ خاص ہو یعنی عام طور سے ایسا لباس مرد ہی پہنتے ہوں عورتیں نہ پہنتی ہوں تو عورتوں کے لیے ایسا لباس پہننا جائز نہیں۔۔



## \*\*\* قارئین کرام کے نام! \*\*\*

بمجدلہ تعالیٰ ”ماہنامہ دارالتقویٰ“ مسلسل اشاعت کی نو بہاریں دیکھ چکا ہے۔ آپ حضرات کی طرف سے ”ماہنامے“ کی ترویج و ترقی کیلئے دعاؤں کے ساتھ ساتھ بھرپور عملی تعاون پر ادارہ آپ کا ممنون ہے اور پُر امید ہے کہ آپ پہلے سے بڑھ کر اپنے حلقہ احباب اور اعزہ و اقرباء کو ترغیب کے ذریعے ”ماہنامہ“ کے مستقل قاری بنانے کی کوشش جاری رکھے ہوئے ہوں گے۔ آپ کا یہ عمل خیر کے پیغام کو دوسروں تک پہنچانے کا ذریعہ بن کر ”وتعاونوا علی البر والیتقویٰ“ اور ”امر بالمعروف ونہی عن المنکر“ پر ملنے والے اجر و جزا کا سبب ہوگا۔ ان شاء اللہ۔ آپ ایک سے زائد رسالے جاری کروا کر اپنے مرحوم والدین، رشتہ دار، اساتذہ اور جملہ محبتوں کے ایصالِ ثواب کا مستقل بندوبست فرما سکتے ہیں۔

ہماری روزانہ سے یہ کوشش رہی ہے کہ رسالے کے معیار کو بہتر سے بہتر بنایا جائے، جو مواد منتخب کیا جائے وہ مستند ہونے کے ساتھ ساتھ قارئین کی دنیا و عقبیٰ کے لئے نافع بھی ہو اور عمل پر بھی اُبھارے۔ اس معیار کو مزید بہتر بنانے کے لئے ادارہ آپ کی مفید و قابل عمل تجاویز کا خیر مقدم کرے گا آپ اپنی تجاویز ہمیں درج ذیل پتہ پر بھیج سکتے ہیں۔

دفتر ماہنامہ دارالتقویٰ الہلال مسجد چوہدری پارک لاہور  
03005553616

email;monthlydarulataqwa@gmail.com

ہر ماہ باقاعدگی سے

شائع ہونے والا تربیتی

اصلاحی و تبلیغی رسالہ

ہر فرد  
کے لئے

ہر گھر  
کے لئے

کاروباری و تاجر حضرات اپنے کاروبار اور مصنوعات  
کی موثر تشہیر کے لئے ”دارالتقویٰ“ کا انتخاب کریں

- \* آپ کے کاروبار کی موثر تشہیر بھی۔۔۔
- \* اور باعثِ اجر و ثواب بھی۔۔۔
- \* آج ہی اپنی کاپی بک کرائیں۔

برائے رابطہ: 03005553616

ماہنامہ  
دارالتقویٰ  
ریڈیو

جامعہ دارالتقویٰ لاہور کے  
زیر اہتمام

# اجتماعی تبرانی

میں حصہ ڈالیں

اس سال عید تبران کے موقع پر حسب سابق

علماء کرام کی نگرانی میں فریضہ کی ادائیگی

12000 فی حصہ

شعب اجتماعی تبرانی

03-222-333-224

042-37414665

برائے رابطہ:

+92-3-222-333-224

www.darultaqwa.org



/jamiadarultaqwa

شرعی مسائل میں رہنمائی کیلئے

Mufti Online

+92-300-4113082



ifta4u@yahoo.com

